گستاخِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی شرعی حیثیّت

تصنیف

مولانا علامہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری مدظلہ العالی

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

کہہ دیجئے کیا اللہ اور اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کیلئے رہ گئے ہیں تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے (التوبہ ۶۵، ۶۶)

گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (عنہ مبرہ)

کی شرعی حیثیت

ایمان، کفر اور شرک کی حقیقت کیا ہے؟ اسلام میں ضروری عقائد کی اہمیت کیا ہے؟ ضروریاتِ دین میں تفریق نہیں ہو سکتی، شاتم رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مرتد ہے مرتد کا حکم کیا ہے؟ گستاخ مرتد کا حکم احادیث میں، دورِ خلافتِ راشدہ میں جھوٹے مدعیٔ نبوت کا حکم؟ اور بارگاہِ رسالت کی عظمت و جلالت

تصنیف

مولانا علامہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری مدظلہ العالی

(مبلغ یورپ)

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : گستاخِ رسول کی شرعی حیثیت

تصنیف : مولانا علامہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز لاہور

الطبع الاوّل : شعبان 1424ھ / ستمبر 2003ء

ہدیہ : [redacted]- روپے

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 0092-42-7312173 - 7123435

فیکس نمبر 0092-42-7224899

ای۔میل Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at:faridbookstall.com

فہرست

- ایمان وارتداد کی حقیقت ۴
- نبی کی دعوت میں خلوص ۵
- معجزات ۵
- تاثر: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
- اظہار رائے ۱۰
- مقدمہ ۱۴
- حضور ﷺ کی گستاخی کفر وارتداد ہے ۳۰
- رسول کریم ﷺ کے گستاخوں سے اجتناب ضروری ۳۴
- اہل ایمان کی گستاخی مسلمان کی حیثیت سے سے کفر وگواہی ہے ۳۶
- شانِ نزول ۴۱
- مسلمان مذہبی رہنماؤں کے نام ضروری اپیل ۴۲
- اسلام میں ضروری عقائد کی اہمیت اور حکم ۴۵
- مطالبۂ ایمان وعبادت ۴۶
- ایمان محبوب ہے کفر مردود ہے ۴۷
- دین اسلام میں ایمان کے چند بنیادی اجزاء ہیں۔ ۴۹
- ضروریاتِ دین میں تفریق کفر ہے ۵۰
- حقیقت ایمان ۵۲
- نفاق کفر ہے ۵۵
- شرک ۵۶
- اسلام میں کفر وارتداد کا معیار کیا ہے؟ ۵۶
- اصلی کافر اور مرتد وشاتم رسول کا فرق ۵۶
- مرتد ۵۷
- شاتم رسول ﷺ ۵۸
- مرتد کی سزا قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہے ۵۸
- تشریح ۵۹
- خاص نکتہ ۶۱
- احکام مرتدین ۶۲
- شانِ نزول ۶۶
- تعظیم رسول ﷺ ۷۲
- مرتد گستاخ کا حکم احادیث سے ۷۴
- نتیجہ ۷۶
- دور خلافتِ راشدہ پر چند نظریں ۷۸
- مرتد کے قتل پر ائمہ مجتہدین کا اتفاق ۸۰
- گستاخ مرتد کے قتل کرنے پر اجماع اُمت ہے ۸۵
- کفریہ کلمات کو زبان سے کہنے کا معیار فقہی ۸۷
- شانِ مصطفیٰ اور آپ کی تعظیم وتوقیر ۹۲
- حضور ﷺ کی بارگاہ میں ذو معنیین کلمہ کہنے کی ممانعت ۹۴
- علماء اسلام کی طرف سے شاتم رسول کو قتل کرنے کا فیصلہ بطورِ حد دیا گیا ۹۴
- ضروری تنبیہ ۱۰۱
- مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت ۱۰۴
- اجماع علماء ۱۱۴
- حکم مرتد ۱۳۷
- مکالمہ میں کفریہ کلمات بولنے کا حکم ۱۴۲
- حضرت علی کا زندیق کے بارے میں فیصلہ قتل ۱۴۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان وارتداد کی حقیقت

کسی چیز کے بارے میں ایسا پختہ یقین کہ اس کے خلاف کا ادنیٰ احتمال بھی باقی نہ رہے اور وہ چیز مرتبۂ علم میں روزِ روشن کی طرح بدیہہ اور واضح ہو جائے اور پھر اس چیز کے بارے میں اِس یقینی حقیقت کو تسلیم کر لینا ایمان ہے۔

شرعی اصطلاح میں ایمان کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کردہ شخصیت (نبی) کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' وحدانیت اور اس کے احکام کو مذکورہ بالا پختہ یقین کے بعد تسلیم کرنا اور عقیدہ بنانا۔

ایمان کے اصطلاحی معنیٰ سے واضح ہوا کہ ایمان کی بنیاد نبی کی ذات ہے جس کے ذریعہ باقی امور کو تسلیم کرنا لازم آتا ہے اس لئے پہلے نبی کے خصوصی منصب کے بارے یقین کا حصول درکار ہے جس کو تسلیم کرنے پر نبی پر ایمان کا تحقق ہو سکے گا۔

نبی کے بارے یقین کے عوامل چار ہیں:

(۱) نبی کا ذاتی کردار (۲) اس کی دعوت (۳) دعوت کے عمل میں خلوص (۴) معجزات۔

نبی کا ذاتی کردار یہ ہے کہ بعثت کی مدت (۴۰ سال کی عمر) تک وہ اپنے قول وفعل اور عمل وکردار کو انسان کے عادی عیوب ونقائص سے پاک رکھتا ہے۔ نبی کا یہ حسی عمل ہر دیکھنے' سننے والے کو روز روشن کی طرح بدیہی طور پر نبی کی پاکیزگی کا یقین دلاتا ہے حتیٰ کہ دشمن بھی نبی کے کردار پر طعن کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

نبی کی دعوت' نبی جن امور کی دعوت دیتا ہے وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہوتے ہیں اس لئے ہر انسان خواہ وہ کسی بھی براعظم سے تعلق رکھتا ہو اِن امور کو فطری پاکر ان کی حقانیت کو بالکل واضح اور بدیہی طور پر معلوم کرتا ہے لہٰذا ہر انسان فطری طور پر ان امور کی حقانیت پر یقین کر لیتا ہے۔

نبی کی دعوت میں خلوص

انسان کی بھلائی کی خاطر حق کی اطلاع دینے کیلئے اپنے ذاتی اور دنیاوی مفادات و اغراض سے بالاتر ہوکر نبی اپنے دعوتی عمل میں درپیش مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہے جس سے دیکھنے اور سننے والے ہر انسان کو نبی کے خلوص کا فطری یقین ہو جاتا ہے۔

معجزات

مزید تصدیق کی خاطر نبی سے معجزات کا صدور بھی ہوتا ہے جنہیں دیکھ کر اس شخصیت کے نبی اور مبعوث من اللہ ہونے میں ذرا سا بھی شک وشبہ باقی نہیں رہتا اور اس کا نبی ہونا ہر مخاطب پر واضح اور عیاں ہو جاتا ہے جس سے مخاطب کو فطری اور غیر اختیاری طور پر یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ مدعیٔ نبوت برحق ہے۔

اگرچہ نبی کا کردار' فطری امور کی طرف دعوت' دعوت میں خلوص' نبوت اور معبوث من اللہ کے دعوے کے لئے تصدیق کے طور پر معجزات۔ ان چاروں میں سے ہر عنصر نبی کے بارے اس کی خصوصی حیثیت کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے مگر ان چاروں عناصر کے جمع ہو جانے پر نبی کے بارے ایسا کامل یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کے خلاف کا ذرّہ برابر بھی احتمال نہیں رہتا جس سے بدیہی اور روزِ روشن کی طرح واضح طور پر نبی کے خصوصی منصب کا فطری طور پر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

جب نبی کے خصوصی منصب کے متعلق یہ فطری یقین حاصل ہو جائے تو اس کی بیان کردہ ہر چیز کے بارے یقین ایک فطری نتیجہ ہے۔

نبی اور اس کے بیان کردہ امور کے بارے یقین سے ایمان کی پہلی شرط متحقق ہوگئی اور اگر اس یقینی حقیقت کو اپنے اختیار اور ارادہ سے تسلیم کرلیا جائے اور اس کو اپنا عقیدہ بنا لیا جائے تو ایمان کی دوسری شرط بھی حاصل ہو جائے گی اور ایمان متحقق ہو جائے گا ورنہ محض فطری یقین کے باوجود ایمان متحقق نہ ہوگا۔

ایمان کی اجمالی تعبیر یہ ہے کہ نبی اور اس کے تمام پیش کردہ امور کی حقانیت پر یقین رکھتے ہوئے ان کو تسلیم کرنا۔

ایمان کی تعریف سے واضح ہوگیا کہ یقین کے حصول کے لئے جن بدیہی اور واضح

امور کو مبادی قرار دیا گیا ہے ان سب کا تعلق نبی کی ذات سے ہے جن سے نبی کے خصوصی منصب کا یقین ہوتا ہے اور نبی کے بارے یقین سے باقی ایمانیات کا یقین حاصل ہوتا ہے اور بدیہی امور پر مبنی اس یقین کو تسلیم کرنے اور عقیدہ بنانے کا نام ایمان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے باب میں مرکزی اور خصوصی مقام صرف نبی کو حاصل ہے۔ نبی کے اس خصوصی مقام کو دستوری حیثیت حاصل ہے۔ اگر نبی کے بارے یقین ختم ہو جائے یا یقین کے باوجود اپنے اختیار سے تسلیم نہ کیا جائے تو ایمان حاصل نہ ہوگا کیونکہ ایمان کا مرکزی نقطہ نبی کی ذات ہے جس کے بغیر ایمان لا حاصل ہے لہٰذا ایمان کے بعد نبی کے خصوصی اور دستوری منصب کا تحفظ ضروری ہے تا کہ ایمان کا دستور محفوظ رہے نبی کے دستوری منصب و مقام کے خلاف کوئی بات ایمان سے بغاوت اور ارتداد ہے اور باغی کی سزا موت ہے اسی لئے نبی کی توہین کو نبوت اور ایمان سے بغاوت قرار دے کر اس کی سزا موت قرار دی گئی ہے جس طرح بین الاقوامی طور پر صدارتی دستور میں صدر کو پارلیمانی دستور میں پارلیمنٹ کو اور شاہی دستور میں شہنشاہ کو دستوری طور پر خصوصی مقام حاصل ہوتا ہے، ان کی یا ان کے دستور کی توہین ان کے منصب کی توہین قرار دے کر دستور کا باغی قرار دیا جاتا ہے اور باغی کی بین الاقوامی سزا صرف اور صرف موت ہے۔

اسلام بھی ایک عالمی دستور ہے جس میں دستور دینے والے نبی کو دستوری تحفظ حاصل ہے جس کی توہین کو بغاوت قرار دیا گیا ہے اور باغی کی سزا تمام بین الاقوامی دساتیر میں موت ہی ہے۔ عزیزم محترم مولانا مفتی گل رحمٰن صاحب نے زیر نظر مقالہ میں مذکورہ بالا حقائق کو قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کرام کی روشنی میں مدلل بیان فرمایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام میں نبی کی حیثیت کے پیش نظر اس کے گستاخ کی سزا قتل ہے جو نا قابل معافی ہے کیونکہ یہ سزا شرعی حد ہے جس کو ساقط کرنے یا معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے اس لئے کہ اس سزا کا تعین خود شارع نے فرمایا ہے۔

امید ہے کہ یہ مدلل مقالہ اہل علم حضرات کے لئے بصیرت افروز ثابت ہوگا جس میں ایمان وارتداد کے متعلق مواد کو جمع کر دیا گیا ہے۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم
و علی اله و اصحابه اجمعین

انسانی جذبات کا فطری تقاضا ہے کہ جس ہستی یا چیز سے والہانہ محبت ہو اس کی توہین وتنقیص نا قابلِ برداشت ہوتی ہے یہ ایسی حقیقت ہے جسے کوئی ذی ہوش رد نہیں کرسکتا' کسی بھی ملک کا باشندہ جب اس ملک کے مفادات کے خلاف کاروائی میں ملوث یا ثابت ہو جائے کہ وہ کسی دوسرے ملک کا جاسوس ہے تو اسے ملک کا غدار قرار دے کر سزائے موت کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔

ایک انسان کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتا ہے' اسے مسلمانوں والے تمام حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اب اگر وہ دین اسلام سے برگشتہ اور مرتد ہو جائے تو وہ اسلام کا غدار ہونے کے سبب قتل کا مستحق ہے۔ نبی اکرم حبیب مکرم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ دل و جان سے آپ کی نبوت و رسالت کو مانا جائے اور تمام مخلوق سے زیادہ آپ سے محبت کی جائے اور آپ کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے۔ بطل حریت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ شفاء قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت محمد بن سحنون نے فرمایا علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔" (ترجمہ) امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین کرنے والوں کے خلاف سخت علمی اور قلمی جہاد کیا اور فتنہ تنقیص رسالت کے سیلاب کے آگے بند باندھ دیا' وہ فرماتے ہیں:

سیّد عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزارہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں (اس کے بعد نوائمہ حنفیہ کے نام گنوائے) عدم قبول توبہ صرف حاکم اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عنداللہ مقبول ہے۔

غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید رحمہ اللہ تعالیٰ نے چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت' پاکستان کو ۲۵ نومبر ۱۹۸۵ء بسلسلۂ شریعت پٹیشن درتوہینِ رسالت' ایک تحریری بیان پیش کیا جس میں انہوں نے تحریر فرمایا۔

کتاب وسنت' اجماعِ امّت اور تصریحاتِ ائمہ دین کے مطابق توہینِ رسول کی سزا صرف قتل ہے۔

اس دعویٰ کو انہوں نے تفصیلی دلائل سے ثابت کیا تفصیل کے لئے اس رسالے کا مطالعہ کیا جائے۔

شیطان رشدی نے اپنی کتاب میں نبی الانبیاءٔ امام المرسلین ﷺ اور آپ کے صحابہ اور اہل بیت کی شان میں گستاخی اور دریدہ دہنی کا مظاہرہ کر کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا ہے اور نہایت دکھ کا مقام ہے کہ دنیائے عیسائیت نہ صرف اسے تحفظ فراہم کر رہی ہے بلکہ اس کی پیٹھ تھپک رہی ہے۔سوال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ بھی گیا تو خدائے قہار وجبار کی گرفت سے اسے کون بچا سکے گا اور یہ عذاب بھی کیا کم ہے کہ حکومت برطانیہ کو اس کی حفاظت پر لاکھوں پونڈ سالانہ خرچ کرنا پڑ رہے ہیں اور وہ قیدِ تنہائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

پیشِ نظر کتاب ''گستاخِ رسول کی شرعی سزا'' اہل سنت کے مایۂ ناز عالم مولانا علامہ مفتی محمد گل رحمٰن قادری ہزاروی کی عالمانہ کاوش کا نتیجہ ہے۔انہوں نے اپنے موضوع کے ہر پہلو پر محض جذباتی انداز میں نہیں بلکہ دلائل و براہین کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے مسلمانوں کے لئے ذریعہ بصیرت اور غیر مسلموں کے لئے ذریعۂ ہدایت بنائے۔

یاد رہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء کرام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی عزت د ناموس کے محافظ ہیں۔ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی

کرنے والا کافر و مرتد ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ جب ہم کسی نبی کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کو برداشت نہیں کرتے تو غیر مسلموں کو بھی چاہئے کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کر کے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث نہ بنیں۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ نظامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ رائے

الحمد لله و كفى وسلام على عبا ده الذين اصطفى.

فتنۂ ارتداد کے متعلق ابتدائے اسلام سے ہی سزا کی تعیین ہو چکی تھی' سیّد کل علیہ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخی ارتداد کی بدترین صورت ہے لہٰذا اس کی سزا قتل ہی رہی ہے' قرآن وسنت نے واضح احکام سے ایسے گستاخوں کی سزا کا اعلان فرمایا ہے۔

فقہائے امت: حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی وغیرہم نے بیک زبان ارتداد اور گستاخیٔ رسول کی سزا موت ہی کہی ہے۔ اندازِ استدلال میں اختلاف فطری بات ہے مگر مقصد میں کوئی اختلاف نہیں اور مقصد ایسے نابکار کا قتل ہے۔

دور جدید: جاہلیتِ جدیدہ نے آزادیٔ افکار کی آڑ میں ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایسی ہفوات کو جائز قرار دینے کی کوشش کی' ان کا مقصد اہل ایمان کے سینوں سے ایمان کی حرارت کو ختم کرنا تھا اور یہ سلسلہ مغربی ملکوں میں عرصۂ دراز سے جاری ہے مشرقی ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں انہیں ایذاء دینے کے لئے یہ مکروہ دھندا پوری قوت سے چلایا گیا ہے۔

مشرقی ملکوں میں ایسی ہر خباثت کے پیچھے ہنود ہوتے ہیں اور اب ان کی تائید یہود کرتے ہیں۔ علوم جدیدہ کے کچھ نام نہاد مسلمان فضلاء بھی رجعت پسندی کے طعنے سے بچنے کے لئے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی علمی عظمت کا بزعمِ خویش سکہ بٹھانے کی مکروہ کوشش کرتے ہیں' اس سارے شیطانی اجماع کو عام مسلمانوں کا ذہن کبھی بھی قبول نہیں کر سکا۔

ردِعمل کے طور پر مسلمان مجاہدوں نے ایسے گستاخوں کے سر ہمیشہ نوچ لئے ہیں اور ان کی زبانیں کھینچ لی ہیں' کبھی یہ کام غازی علم الدین شہید نے کیا ہے تو کبھی غازی دوست محمد اور غازی منیر احمد آگے بڑھے ہیں' کبھی ملک میاں محمد نے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔

دورِ جدید کے مکروہ عمل کا یہ حسین ردِعمل نیا نہیں ہے جسے کچھ مفکر' محض جذباتیت کی آڑ میں چھپانا چاہتے ہیں' یہ حسین ردِعمل تو دور نبوی میں شروع ہو چکا تھا۔ کعب بن اشرف اور اس کے ہمنواؤں کے مکروہ عمل کا حسین ردِعمل وہی تھا جو صحابہ کرام نے عملاً دیا جس کی گواہ احادیث کی سب کتابیں ہیں۔

ہمارے محدثین کرام نے کمال دیانتداری سے سب احادیث من وعن ہم تک پہنچائی ہیں اور گستاخوں کی مکروہ چیخیں ہم نے ردِعمل کے طور پر سنی ہیں۔ کیا اخلاق کی ابجد سے واقف کوئی شخص بھی یہ جرأت کرسکتا ہے کہ کروڑہا انسانوں کے ہادی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو نفاق سے نشانہ بنایا جائے اور پھر ردِعمل سے بچایا جا سکے۔

دور حاضر کے سب سے بڑے مفتری' کذاب اور گستاخ کی سزا بدترین قسم کی موت ہے مگر وہ ایک ارب مسلمانوں کے دل دکھانے کی وجہ سے مغربی استعمار اور یہودی استکبار کی آنکھوں کا تارا بن گیا ہے' انگریز اسے جسمانی تحفظ دے رہا ہے تو سارا مغرب بش سمیت آزادئ فکر کے حوالہ سے اسی کا حامی بنا ہوا ہے۔ یہودی اسے ''روحانی غذا'' دینے میں مصروف ہیں اور ہندو مغرب کا ہمنوا ہو کر اسلام دشمنی کا ثبوت دے رہا ہے۔

ایک ارب مسلمان تڑپ رہے ہیں کہ حیوان ملعون تک ابھی رشدی کیوں نہیں پہنچ پایا؟ انگریز پولیس رشدی کو پالتو کتے کی طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے مگر گستاخِ رسول پر جو تیر مسلمانوں نے اس کے لئے تیار کیا ہوا ہے وہ انشاء اللہ ضرور ان سب تحفظات کی دبیز تہوں اور موٹی دیواروں کو چیرتا اس خبیث جگر سے پار ہوگا جس میں بغضِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا لاوا اُبل رہا ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد گل رحمٰن مدظلہ العالی مسلمانوں کی ترجمانی کے لئے میدان تصنیف وتالیف میں اترے ہیں۔ حضرت مولانا ایک منجھے ہوئے خطیب اور علوم اسلامیہ کے زبردست عالم ہیں' وہ مایہ ناز استاد ہیں' فنونِ اسلامیہ پڑھاتے ان کی زندگی گزری ہے' ان کا سینہ عشق رسول علیہ السلام کی بہاروں کا امین ہے۔ سرکار علیہ السلام کا دفاع کرتے ان کی زندگی گزری ہے۔

اب تو وہ خود بھی انگلینڈ میں مقیم ہیں جہاں سے یہ فتنہ ابھرا ہے' وہ شیطان رشدی

اور اس کی ''حرکاتِ مذمومہ'' کے عینی شاہد ہیں' انہوں نے دلائل کی شکل میں مسلمانوں کو ایک تیز تلوار اپنی کتاب کے ذریعہ پیش کرنے کی بڑی مبارک اور کامیاب کوشش فرمائی ہے۔

حضرت مولانا ممدوح سنی حنفی ہیں لہٰذا ان کا استدلال خالص حنفی انداز فکر لئے ہوئے ہے اور کون نہیں جانتا کہ حنفی مکتب فکر تحقیق و تدقیق میں ساری امت میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

پھر وہ سید کائنات علیہ اکمل التحیات والصلوات کی درگاہِ انسانیت پناہ میں یہ مقدمہ لے کر پیش ہوئے ہیں اور ارشادات رسالت سے اپنے سامعین کے ایمان کی تازگی کا سامان لائے ہیں' ارشادات نبوی کو صحابہ کرام نے سب سے پہلے عملی جامہ پہنایا۔ کعب بن اشرف اور اس کے ہمنواؤں کے لاشے ہمیں خاک و خون میں تڑپتے نظر آئے ہیں' ان کی مکروہ چیخیں مدینہ کی فضاؤں میں بکھرتی سنی گئی ہیں اور پوری فضاؤں میں مسلمانوں کی واہ واہ کی مسرت انگیز صدائیں بھی سنی گئی ہیں۔

انہی فرموداتِ خدا اور ارشادات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے انوار کو فقہائے امت نے قانونی شکل دی ہے' اس قانونی ارتقاء کے سارے مراحل میں امت کے سارے سلاسل کے فقہاء نے گستاخئ رسول کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے ایسے جرم کے مرتکب انسانیت کے ماتھے کے کلنک نابکار کو موت کے ذریعے جہنم کی سیر کرانے کا فرمان دیا ہے۔

ہمارے علامہ دوست نے ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی آراء نقل کرنے میں اپنی فنی مہارت اور استاذانہ قابلیت کا بھرپور مظاہرہ فرمایا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کتاب ''خاصے کی شے'' ہے' اسے جلد از جلد عالم اسلام میں پھیل جانا چاہیے تاکہ تشکیک کا شکار لوگ بھی اس سے استفادہ کریں اور کم علم دوست اس کے دلائل کو پا کر مطمئن ہو جائیں۔

مولانا ممدوح نے قرآن وسنت اور مجتہدین کی آراء کے ساتھ ساتھ کئی سوالات کے جو جوابات عطا فرمائے ہیں وہ بذاتِ خود اپنے اندر شانِ اجتہاد لئے ہوئے ہیں' یہ مولانا کے علمی تبحر کا شاندار اظہار ہے۔

حضرت مولانا ایک اچھے خطیب' اچھے استاد' جامع العلوم مدرس تو تھے ہی' اب انہیں ایک اچھا مصنف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہوگیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنی علمی ندرت' فکری اور تحقیقی انداز استدلال سے قوم کی دستگیری فرماتے ہوئے کئی اور کتابیں بھی تحریر فرما کر مسلمانوں کی دستگیری فرمائیں گے۔

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی
۲۹ رمضان ۱۴۱۱ھ/ ۱۵ اپریل ۱۹۹۱ء سوموار
پرنسپل انوار القرآن' مولوی محلہ' صدر' راولپنڈی

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی ہے جس کی وسعتوں کی ابتداء ہے نہ انتہا' بے حد و بے عدد ہے اس کے کمال قدرت کے تحت ہر شے ہے جو شے بھی امکان کے دائرہ میں ہو گی وہ کمال قدرت کے تحت ہی رہے گی' چاہے حقائق و اشیاء کائنات جن و انس ہوں یا عالم انوار کی جنس سے ہوں یا عالم اجسام کے اعراض ہوں سب ہی باری تعالیٰ کی تخلیق سے مخلوق وممکن بنے اور بنتے رہیں گے جس طرح عالم جن وغیرہ اپنے وجود وہستی میں آنے میں خالق حقیقی کے محتاج ہیں ایسے ہی وجود میں آنے کے بعد بقاوقرار میں بھی اس مالک حقیقی کے حاجت مند رہیں گے۔

وجود میں مخلوق کو لانا یہ اللہ تعالیٰ کا بے مثال کرم و احسان ہے ایسے ہی وجود میں لاکر انسانوں کو آسمانی دین کی ہدایات و انوار کو کتاب و وحی کی شکل میں انبیاء کرام کے توسط سے عطا کرنا بھی بے مثل فضل خاص ہے جس کا جتنا شکر' حمد وثنا کی جائے اتنا ہی کم ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انسان شکر وحمد میں ہمیشہ مصروف رہتے اور ایمان وعمل کے اندر احکام واستقامت میں اضافہ کرتا رہتا۔ اگرچہ انسانی طاقت و استطاعت شکر وحمد کے دوام کی متحمل نہیں تو نہ سہی کیونکہ "لا یکلف الله نفسا الا وسعها اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر" کا ارشادِ الٰہی کرم وفضل کا پروانہ ہے لیکن اس کے باوجود کم از کم لوگ سستی وغفلت کے شکار نہ ہوتے' بے اعتنائی اور بے پرواہی کے مریض تو بنتے یا ناشکری و بے قدری کی نحوستوں سے بچنے کی کوشش تو کرتے لیکن یہ دیکھا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور آسمانی کتابوں کے احترام وتعظیم کا حق ادا نہیں کیا جارہا ہے اور نہ اس پر پوری توجہ سے تبلیغ کی جارہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی فرقے اور ان کے بانی وقائد دینی احترام وتعظیم نہیں کرتے اور ایسے لٹریچر اور بیانات معرض وجود میں لا رہے ہیں جن کو پڑھ کر' سن کر ایک سچے کامل مسلمان کے جذبات مجروح ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جن لٹریچرز اور بیانات میں دینی ادب واحترام کی روح نہ ہو

ان کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور ایسے لٹریچرز کو پڑھنے والا اور اسے قبول کرنے والا شخص مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلام سے دُور ہی کرتا جائے گا وہ اسلامی قدروں اور عظمتوں کی روح نئی نسل میں نہیں ڈال سکے گا جس کے نتیجہ میں سلیمان رشدی جیسی بے ادب و گستاخ شیطان صفت نسل اُبھرتی رہے گی جس سے اسلام واہل اسلام کے لئے ہر دور میں ابتداو آزمائش کے معرکے وجود میں آتے رہیں گے اور مسلمانوں کو ان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

یہ ساری بے ادبی کی خرابیاں ناقص تعلیم اور اسلام سے بے خبری سے پیدا ہوتی ہیں جب بے ادبی کے نتیجے میں خرابیاں اور فتنے پیدا ہوتے ہیں تو اہل حق وصداقت علماء ربانیین اسلام کے دفاع کا فریضہ ادا کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، تحریر وتقریر، جان و مال سے اہل ادب و احترام اور سراپا عشق و محبت والے مسلمان بے ادبی کے ان فتنوں کو دباتے ہوئے قیامت میں سرخروئی حاصل کر پاتے ہیں۔

جب حق و باطل کا معرکہ شروع ہو جاتا ہے تو اسلام دشمن قوتیں سچے اور مخلص مسلمانوں کو نئی اصطلاحات فنڈامنٹلسٹ اور بنیاد پرست کے نام سے یاد کرتے ہیں اسلام کے جاں نثار اور باوفا مسلمانوں کو فنڈامنٹلزم کے ناروا خطاب سے نوازا جاتا ہے حالانکہ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور ابدی پیغام ہدایت ہے، اسلام نفرت کی بجائے محبت کا داعی ہے، بے ادبی واہانت کی جگہ ادب واحترام پر زور دیتا ہے، حق تلفی کی نسبت ادائیگی حق پر سختی کرتا ہے، تمسخر واستخرا کے خلاف تعظیم وتوقیر کی تلقین کرتا ہے اور اسلام روشن خیالی کا جوہر دماغوں میں پہنچاتا ہے۔ اسلام وہمی دین نہیں ہے بلکہ ایقان واذعان کا حامل ہے، یہ شکوک کا ازالہ کرتا ہے، اسلام صلاحیت واصلیت کا درس دیتا ہے، حقیقت کا پرچار کرتا ہے، نقلیّت کا خاتمہ کرتا ہے، اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے' اس کا اپنا نظام عقائد و عبادات ہے، اس کا اپنا دائرہ اخلاق ہے، اسلام مکمل نظام معیشت وحکومت رکھتا ہے، اسلام عقائد وعبادات، معاملات، نظام حکومت وسیاست، اخلاق اور زندگی کے تمام شعبوں میں خود کفیل ہے اور جامع ہدایات ہے، اسلام اپنے اصول وفروع میں ہر دور اور ہر قوم کے لئے کافی وشافی دستور حیات ہے، اسلام کے عقائد وایمانیات قطعی ویقینی نوعیت کے ہیں۔ اعمال میں کوتاہی کی اصلاح اس کی ادائیگی کی صورت میں ہوسکتی ہے، کفارہ اور فدیہ

بھی بعض اعمال کے لئے متبادل صورت ہوتی ہے۔قصاص و حدود میں اسلام کے اپنے مخصوص قوانین ہیں جن میں رعایت نہیں دی جا سکتی۔قصاص و حدود کے ذریعہ ادائے حقوق اور فتنوں کا سد باب اور حیات کی بقاء کے لئے ضمانت میسر ہوتی ہے۔

اسلام کے عقائد قطعیہ اصل میں ایمانیات ہوتے ہیں اور ایمان کے خلاف کفر ہوتا ہے اور توحید کی ضد شرک ہوتا ہے، تعظیم کی ضد توہین ہوتی ہے، ان کا تعارف اپنی ضد سے واضح ہو جاتا ہے۔جس طرح اضداد کا اجتماع محال ہے ایسے ہی ان کا انکار بھی ممنوع ہے اور شریعت و عقل کے لحاظ سے انقلاب حقیقت بھی محال ہے یعنی ایمان کفر میں' توحید شرک میں، تعظیم توہین میں نہیں بدلے جا سکتے ہیں یہ ایسی حقیقتیں ہیں کہ ان میں نہ ابہام ہے نہ خفاء ہے، ان کے حقائق و مفاہیم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک کا مفہوم اپنی ضد میں بدلا جا سکے، ایمان کفر نہیں بن سکتا، توحید شرک نہیں ہو سکتی، تعظیم توہین میں نہیں بدلی جا سکتی۔ اس پر شریعت و عقل شاہد ہیں جو ایسا سوچے یا کہے اسے دیوانہ یا پرلے درجے کا ضدی' ناقابل معافی شخص سمجھا جائے گا۔ اسلام کو اپنی اصلی حقیقت میں سمجھنے کے لئے توفیق خداوندی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ توفیق وہی پا سکتے ہیں جو اسلام کے حق میں مخلص ہوں اور باادب بھی ہوں، بے ادبوں کو اسلام کا نور نہیں مل سکتا ہے۔اسلام کا مطالعہ کرنا اور ہوتا ہے جو اہل کفر و عناد بھی کیا کرتے ہیں لیکن وہ اسلام کا نور و فیضان نہیں پاتے ہیں۔اہل ایمان باادب اسلام کے نور و فیضان کو اپنے دامنوں میں بھر لیتے ہیں' قلبی تقویٰ، دلی پرہیز گاری اور نور بصیرت وہی پاتے ہیں جو شعائر اسلام کی تعظیم و احترام کرتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ. (حج:۳۰)	اور جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

صاف واضح مفہوم ہے کہ جن چیزوں کا شرعی احترام ہے ان کا ادب کرنا ضروری ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی محترم چیزوں کی تعظیم ان کے آداب و شرائط کے ساتھ کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس تعظیم کا اجر خیر عطا فرمائے گا۔

ان حرمت والی چیزوں سے خانہ کعبہ' قرآن مجید' ماہ رمضان' مسجد حرام' مدینہ منورہ کا

ادب، نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی اور آپ کی سنتیں داخل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہدی کے جانور کو کعبہ کی نسبت سے اور صفا و مروہ کے پہاڑ کو حضرت بی بی ہاجرہ کی نسبت سے شعائر اللہ فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرہ:۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی نسبت صالحین سے ہو جائے وہ چیز عظمت والی ہو جاتی ہے۔صفا اور مروہ حضرت بی بی ہاجرہ کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔ اس سے ایک مسئلہ یہ بھی واضح ہو گیا کہ عظمت والی چیزوں کی تعظیم دین میں داخل ہے اسی لئے صفا اور مروہ کی سعی حج میں شامل ہوئی۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر شعائر اللہ کی تعظیم و محبت دل میں ہو تو مسلمان کی عبادت قابل قبول ہے اور اگر دل میں شعائر اللہ کی تعظیم و محبت نہیں ہے تو یہ ظاہری عبادت قابل قبول نہیں ہے۔

دیکھئے شیطان کی عبادتیں اسی لئے برباد ہوئیں کہ اس کے دل میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ تھی، شیطان کا علم اور اس کی عبادت بہت زیادہ تھی لیکن ایک توہین نے سب کو ضائع کر کے رکھ دیا، مزید ملاحظہ کریں:۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (الحج:۳۲) اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظاہری عبادت تو ظاہری جسم کا تقویٰ ہے اور دل میں شعائر اللہ کی تعظیم کا ہونا دلی تقویٰ ہے۔جب مندرجہ بالا عظمت والی چیزوں کی تعظیم قلبی تقویٰ ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام اور آخری رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام و اہل بیت عظام اور ازواج مطہرات امہات المؤمنین اور اولیاء کرام کی تعظیم کتنی بڑی دلی پرہیز گاری ہو گی اور ان کی اہانت و بے ادبی دنیا و آخرت میں کتنی بڑی ذلت و رسوائی ہو گی۔

سورۂ حج کی آیت ۳۰ اور آیت ۳۲ کے اول و آخر پر غور کریں کہ اول میں بھی تعظیم شعائر اللہ کا ذکر آتا ہے اور آخر میں بھی تعظیم شعائر کو دلی تقویٰ قرار دیا گیا ہے گویا اول و آخر تعظیم کرنے کا ذکر ہے اور درمیان میں شرک سے اجتناب کا بیان ہے۔

وَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:۳۰) پس دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔

معلوم ہوا کہ شرک الگ حقیقت ہے جو سراسر جھوٹ ہے اور گندگی ہے اور صالحین کی تعظیم اور شعائر اللہ کا احترام الگ حقیقت ہے جو تمام کا تمام صداقت ہے۔ عبادت غیر اللہ کی شرک ہے لیکن شعائر اللہ اور صالحین کی تعظیم ایمان اور دلی تقویٰ ہے' شرک کی مذمت ہے اور اس سے اجتناب کا حکم ہے اور تعظیم کے ارتکاب کا حکم ہے اور اس پر اجر و ثواب اور دلی تقویٰ کا اعلان ہے لہٰذا عبادت اور تعظیم دونوں جداگانہ حقیقتیں ہیں' ہم صالحین کی عبادت کو شرک جانتے ہیں لیکن ان کی تعظیم کو واجب مانتے ہیں کہ شعائر اللہ کی تعظیم سے دل نیک ہو جایا کرتے ہیں اور تعظیم کرنے والے نیک اور ایماندار لوگ ہوتے ہیں اور توہین کرنے والے نہ نیک نہ ایمان والے ہوتے ہیں' شعائر کی تشریح میں ہے: ''**وشعائره التي جعلها امارات بين الحق والباطل** (قرطبی) شعائر شعیرہ کی جمع ہے یعنی وہ علامت جس سے کسی چیز کی پہچان ہو سکے''۔

یہاں اس آیت میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان امتیازی نشانیاں قرار دیا ہے۔ یہ شعائر ان مکانات' اوقات اور علامات کا نام ہے جو عبادت کی طرف منسوب ہیں' مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ' عرفہ' مزدلفہ' تینوں جمار' صفا' مروہ' منیٰ اور تمام مساجد ہیں' یہ سب عبادت کے لئے بابرکت مقامات مقدسہ ہیں۔ اوقاتِ عبادت جیسے رمضان مبارک' حرمت والے مہینے' عیدالفطر' عیدالاضحیٰ' جمعہ' ایام تشریق وغیرہ بابرکت دن' راتیں اور مہینے ہیں' یہ سب شعائر اللہ ہیں' ان کی تعظیم واجب ہے اور ان کا احترام روحِ ایمان ہے کیونکہ یہ سب علاماتِ دین ہیں' یہ سب چیزیں معبود حقیقی کی یاد دلاتی ہیں (از تفسیر عزیزی)

شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے بڑے شعائر چار قرار دیئے ہیں:

(۱) قرآن (۲) کعبہ (۳) نبی ﷺ (۴) نماز (حجۃ اللہ البالغہ)

ان سب شعائر اللہ کی تعظیم سے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور اجر و ثواب اور دلی تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور ان کی توہین اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہوتی ہے۔

اور اس کے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے اور ایمان سے دوری کا وبال نازل ہوتا ہے' ہمارے رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی علامت مقدسہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی برہان و دلیل قرار دیا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ○	اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اُتارا۔ (نساء:۱۷۴)

جب کہ ساری مخلوق میں سے رسول و نبی سب سے بڑی دلیل قدرت ہوتے ہیں اسی لئے انہیں منصب نبوت و رسالت عطا کیا جاتا رہا تاکہ توحید اور دین الٰہی کو کھل کر بیان فرمایا کریں اور نبوت و رسالت کی تصدیق کے لئے معجزاتِ حسی و معنوی دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے نبی ﷺ تو دلیل اعظم و برہان کامل ہیں۔

اس آیت میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی دلیل و علامت بتائے گئے ہیں اور قرآن کو واضح نور فرمایا گیا ہے۔ آپ کی آمد مقدم تھی اور قرآن کا نزول مؤخر تھا' اس ترتیب کو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے پھر قرآن پر ایمان لانا ہوگا کیونکہ قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے اور قرآن آپ ہی نے ہمیں عطا کیا ہے لہٰذا قرآن و صاحب قرآن دونوں پر ایمان لانا اور دونوں کی تعظیم بجا لانا لازی ہے اور ان کی توہین اصل میں اللہ تعالیٰ کی توہین ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل و برہان بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ○ (الفتح:۲۸)	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

اس آیت سے یہ دعویٰ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شانوں کی پہچان کا مظہر و آئینہ نبی کریم ﷺ ہیں' ان کی شانوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی شان سمجھ میں آجاتی ہے' وہ اس طرح کہ جس رب تعالیٰ کے نبی و رسول اتنی بڑی شانوں والے ہیں خود اُس رب تعالیٰ کی شانیں کتنی ارفع و اعلیٰ ہوں گی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید باری تعالیٰ کے گواہ ہیں اور خود اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی نبوت و ختم نبوت کا گواہ ہے۔

اب اس حقیقت حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کی تعظیم فرض

ہے۔ رسول کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے اور ان کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہوگی۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم وتوقیر کو بطور حکم جاری فرمایا ہے ارشاد ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ○ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ○ (الفتح:۸-۹)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا مشاہدہ فرمانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

ان دو آیتوں سے پہلی آیت کے اندر آپ کی رسالت کا ذکر ہے' مشاہدہ کرنا' بشارت دینا اور ڈر سنانا جیسے اوصاف کا ذکر ہے دوسری آیت میں تمام جہان سے تاقیامت حکم ہے کہ تم سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اطاعت کرو اور یہ کہ ہمارے ایمان کا دار و مدار آپ کی بشارت وشہادت پر موقوف ہے' ہم براہِ راست نہ بشارت دینے کے قابل ہیں اور نہ ہی براہ راست عالم غیب کا مشاہدہ کر سکتے ہیں اور یہ بھی حکم ہے کہ رسول کریم کی تعظیم وتوقیر ہر حال میں کریں اور ہر وہ تعظیم کریں جو شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو' خوب ادب کرو' نہ ان کو خدا مانو اور نہ خدا جیسا تسلیم کرو' اس کے سوا ہر احترام وادب کا حق بجا لاؤ' سر سے سجدہ نہ کرو' باقی ہر قسم کی تعظیم کرو' تعظیم وتوقیر کو خوب سے خوب تر کرو اور اللہ کی نماز پڑھو اور صبح وشام اللہ کی حمد وثنا کرو' نبی اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر ہر حال میں ضروری ہے اور یہ بھی تعظیم ہے کہ جب آپ پر اعتراضات ہوں تو ان کو دور کرو۔

ایمان کا ذکر پہلے آیا پھر تعظیم وتوقیر کا بیان آیا' آخر میں اللہ کی عبادت کا ذکر آیا' اس سے یہ بات یقین کی حد تک معلوم ہوئی کہ ایمان مقدم ہے اور ایمان کے ساتھ تعظیم وتوقیر ضروری ہے' بعد میں نوافل کا ذکر آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عبادت وہی مقبول ہے جو تعظیم وتوقیر کے ساتھ ہو' بغیر تعظیم کے نہ ایمان ہاتھ آئے گا اور نہ عبادت قبول ہوگی۔

تجربہ سے ثابت ہے کہ بعض لوگ عبادت پر ہر طرح سے زور دیتے ہیں اور تعظیم نبی کا نہ ذکر کرتے ہیں نہ پرچار کرتے ہیں حالانکہ تعظیم نہیں تو نہ ایمان ہے نہ عمل ہے' بغیر تعظیم کے عبادت کا انجام قرآن نے خود بیان کیا ہے۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ (الفرقان:۲۳)

جو اعمال انہوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم مدارِ ایمان و مدارِ نجات اور مدارِ قبولِ اعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (الاعراف: ۱۵۷)

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

اس آیت میں ایمان والوں کے لئے ہدایات ہیں کہ وہ ایمان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کریں اور ان کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو آپ کو عطا کیا گیا ہے' مراد یہ ہے کہ قرآن و حدیث دونوں کی اتباع کریں کیونکہ حدیث' قرآن کی تفسیر و تشریح ہے' قولی حدیث ہو یا کہ فعلی ہو نیز تعظیم و مدد کا ذکر خصوصی مدد کے طور پر آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامہ کے منصب عالی کا ذکر بڑی جامعیت اور واضح طور پر آیا ہے۔ رسالت عامہ کا مرتبہ سبب ہے اور سب جہانوں کے لئے رحمت ہونا سبب ہے۔ آپ کی رسالت عامہ تھی تو رحمت عامہ بھی عطا کی گئی ہے کیونکہ رسالت سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے جس کی وجہ سے اَن گنت ظاہری' باطنی' حسی' معنوی اور دوسری خوبیاں عطا کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا○ (الاعراف: ۵۸)

تم فرماؤ! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

آپ کو رسول ماننے سے ایمان ملتا ہے اور بے ادبی کرنے سے ایمان کا رشتہ کٹ جاتا ہے جب آپ رسول ہیں تو آپ کی تعظیم و توقیر بھی رسالت کی وجہ سے ضروری ہوگئی تعظیم روحِ ایمان ہے اور توہین روح کفر ہے۔ ایمان اور تعظیم ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاسکتے۔ مزید ارشاد ملاحظہ کریں:

وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ (المائدہ:۱۲)

اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔

اس کلام میں تمام سچے رسولوں پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم کرنا بیان کیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ کہ ایمان اور تعظیم دونوں کو ایک ساتھ ملا کر ذکر کرنے سے واضح ہو گیا کہ صرف زبانی اقرار کافی نہیں ہے جبکہ ایمان کے ساتھ دلی اور عملی تعظیم واحترام نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بلاتفریق تمام سچے نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانا اور ان کی شرعی تعظیم کرنا ضروری ہے' اسلام کا یہ اہم امتیاز ہے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم واحترام ضروری ہے

ہمارے رسول اکرم ﷺ کا ادب ایمان کا رکن ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے مزید ملاحظہ فرمایئے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (الحجرات:۱)	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہ کرو کہ یہ اصل میں اللہ اور اس کے رسول کی بے ادبی ہے۔اس آیہ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بعض صحابہ نے بقرعید کے دن نبی اکرم سے پہلے یعنی نماز عید سے قبل قربانی کر لی اور بعض صحابہ رمضان سے ایک دن پہلے روزے شروع کر دیتے تھے چنانچہ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ قربانی اور روزے عبادات ہیں' اس کے باوجود اگر یہ عبادتیں نبی کریم ﷺ کی ظاہری موجودگی میں ان سے پہلے کی جائیں تو یہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتیں کیونکہ اس سے نبی کریم کی بے ادبی ہوتی ہے کہ جو کام حضور خود کرنے والے ہیں وہ کام ایک صحابی آپ کی موجودگی میں آپ سے پہلے کرے تو یہ اللہ تعالی کو پسند نہیں ہے اور اس پیش قدمی کو قرآن میں ناگوار قرار دیا گیا' یونہی راستہ پر چلنے' بات کرنے اور دیگر ایسے موقعوں پر حضور سے آگے بڑھنا منع ہے' یہ عموم لا تقدموا سے ثابت ہے۔مزید ارشاد باری ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو (اس غیب بتانے والے نبی کی) آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے

تَشْعُرُوْنَ (الحجرات:۲) ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اس آیت میں واضح حکم ملا کہ بات کرنے میں تمہاری آوازیں میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہوں حالانکہ آوازیں کئی قسم کی ہوتی ہیں' فطری آواز کی بلندی کو بھی منع کیا گیا ہے کہ اس میں بھی میرے محبوب کی توہین ہو جاتی ہے۔

یہ واقعہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ صحابی کے متعلق ہے' آپ اونچا سنتے تھے اور خود بھی بلند آواز تھے' انہیں حکم ہوا کہ اس بارگاہ میں آواز پست رکھو' حضرت ثابت اس آیت کے نزول کے بعد خانہ نشین ہوئے' بارگاہ نبوی میں کئی روز حاضر نہ ہوئے تو حضور نے حضرت سعد سے ان کی غیر حاضری کا سبب پوچھا' وہ بولے کہ میں تو دوزخی ہو چکا ہوں میری آواز اونچی ہو گئی تھی' حضور نے فرمایا ان سے کہہ دو کہ وہ جنتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ آواز کی بلندی اگرچہ فطری ہو اور اونچی بات کرنے والا صحابی ہو اور اہل محبت و ادب ہو پھر بھی یہ صورۃً بے ادبی ہے جو اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی کفر ہے اور کفر ہی سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ جب اس کی بارگاہ میں اُونچی آواز میں بولنے پر نیکیاں برباد ہوتی ہیں تو دوسری بے ادبی کا ذکر ہی کیا ہے۔

اس اخیر آیت کا مطلب یہ ہے کہ نہ ان کے حضور چلّا کر بولو نہ انہیں عام القاب سے پکارو جن سے ایک دوسرے کو پکارتے ہو' چچا' ابا' بھائی اور بشر نہ کہو بلکہ رحمت دو عالم' رسول اللہ' رؤف و رحیم وغیرہ پیاری پیاری صفتوں سے پکارو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (الحجرات:۳'۴)

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا' ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دلی پرہیزگاری اور قلبی تقوی کو بیان فرمایا جو حضور ﷺ کے پاس آپ کی ظاہری حیات میں ادب کے لئے اپنی آوازوں کو پست

کرتے رہے جن میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما خصوصی طور پر شامل ہیں جیسا کہ آیت کے شان نزول سے ثابت ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام عبادات بدن کا تقویٰ ہیں اور حضور ﷺ کا ادب دل کا تقویٰ ہے اور صحابہ کرام کے دل رب نے تقوی کے لئے پرکھ لئے ہیں اور اس کی گواہی و بشارت رب نے دی ہے۔اب صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان عظمت و رفعت والی ہے' ادب کے نتیجہ میں اللہ نے ادب والوں کے لئے مغفرت و اجر عظیم کی خوشخبری دی ہے یعنی ان کے لئے بخشش بھی ہے اور بڑا ثواب اس کے علاوہ ہے۔

سابقہ آیت لا ترفعوا اصواتکم کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو عہد کیا اور زندگی بھر آہستہ آہستہ کلام کرنے کو اپنا معمول بنا لیا تا کہ رسول کریم ﷺ کی آواز مبارک سے ان کی آواز ادب و احترام کے باوجود اونچی نہ ہو جائے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا' میں آخری وقت تک حضور سے آہستہ آہستہ بات عرض کروں گا۔

جب کوئی وفد رسول کریم سے ملاقات کرنے کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوتا تو آپ کسی آدمی کو وفد کے ہاں بھیجتے جو انہیں حاضری کے آداب بتاتا اور ہر ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا۔ (روح المعانی)

آج جو لوگ حضور ﷺ کی شانِ رفیع میں بے سوچے اور بے باکی کے ساتھ خلافِ ادب باتیں کرتے ہیں اور ادب و احترام کو عملاً ملحوظ نہیں رکھتے' اپنے علم پر' اپنی نیکیوں پر اور اپنے ایمان سوز لمبے لمبے وعظوں پر اور بے ادب طرزِ تحریر پر مغرور ہیں وہ اِن آیات پر خوب غور کر لیں کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ وہ لوگ اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی لمبی لمبی نمازیں اور زندگی بھر کے روزے اور مالی قربانیاں اور تفسیر و حدیث کی ماہرانہ علمی خدمات' آتش بیان وعظ اور یہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف قیامت میں کام آئیں گی لیکن جب یہی بے ادب ادیب' گستاخ واعظ' توہین کا مرتکب مفسر و محدث قیامت میں میزانِ اعمال پر حاضری دے گا تو اس کی ساری خوش فہمیاں اور اس کی ساری اُمیدیں یک لخت رائیگاں ہو جائیں گی کیونکہ بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے

ایمان ختم ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اعمال کا سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے اور آخر ندامت وشرمندگی کے سوا کچھ بھی قیامت کی خوفناک منزلوں میں نہیں پائے گا۔

اس آیت سے علماء نے یہ بھی اخذ کیا ہے کہ روضۂ مقدسہ پر حاضری کے وقت آواز اونچی نہ کرے، درسِ حدیث ہو رہا ہو وہاں بھی ادب کے لئے آواز بلند نہ کرے، علماء ربانیین کی خدمت میں حاضر ہو تو اس وقت بھی پست آواز سے باتیں کرے، حضرات مشائخ اولیاء کرام سے بھی ادب واحترام کو ملحوظ رکھے ہاں اگر ضرورتِ شرعی کے لئے حکم ہو تو پھر حرج نہیں جیسے حضرت بلال حضور ﷺ کی موجودگی میں بلند آواز سے اذان دیتے تھے، جنگ میں بلند آواز سے نعرے لگائے جاتے تھے خود حضور ﷺ نے جنگ حنین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صحابہ کرام کو بلند آواز سے بلاؤ۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی موجودگی میں بلند آواز سے آپ کے قصیدے اور نعتیں سناتے تھے۔ (روح البیان)

ادب ہو، نیت احترام کی ہو تو تب بات بنتی ہے ورنہ محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ارشاد باری تعالیٰ پر غور کریں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ○ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ (الحجرات:۴،۵)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت قبیلہ بنو تمیم کے وفد کے متعلق نازل ہوئی جو دوپہر کے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ انہوں نے باہر ہی سے پکارنا شروع کر دیا، سرکار تشریف لے آئے، تب یہ آیت اتری۔ ان لوگوں کی اس غیر شائستہ حرکت پر ان کی سرزنش فرمائی گئی اور پھر انہیں ادب سکھایا گیا کہ انہیں چاہیے یہ تھا کہ صبر سے باہر بیٹھتے، جب آپ خود تشریف لاتے تو عرض معروض کرتے، یہ ان کے لئے بہتر تھا۔

اس آیت میں حضور ﷺ کے آستانۂ نبوت کے آداب کا ذکر ہے جو رب تعالیٰ نے

خود ہی بنائے اور اسی نے سکھائے اور یہی آداب سب انسانوں' فرشتوں اور جنات وغیرہ کے لئے ہیں اور سب پر حاوی ہیں۔ فرشتے بھی اجازت لے کر حاضری دیتے تھے۔ پھر یہ آداب ہمیشہ کے لئے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی دے دی حالانکہ یہ حکم بعد میں آیا لیکن واقعہ پہلے کا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دربار رسالت کا ادب واحترام فطری چیز ہے جو قانون بننے سے پہلے بھی ضروری ہے۔ اس آیت سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ اپنے مشائخ اور اساتذہ حضرات سے استفادہ کے لئے جب حاضری دو تو انتظار کرو کہ وہ خود تشریف لائیں۔ اس پر علماء نے عمل بھی کیا ہے اور اس کے بہتر نتائج نکلے ہیں۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عظمت دی ہے کہ ان کے فیصلے کو پوری طرح تسلیم کرو' ان کے فیصلے کے خلاف کسی مسلمان مرد وعورت کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے اور اگر کسی نے آپ کی مخالفت کی یا نافرمانی کی' آپ کے فیصلے کو نظر انداز کیا تو ایسے شخص کو قرآن نے گمراہ قرار دیا ہے۔

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:۳۶)

اور کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کچھ حکم فرما دیں' تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔

یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب حضور کی پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی کہ حضور نے زید بن حارثہ جو حضور کے لے پالک تھے' ان کے نکاح کے لئے زینب کو پیغام دیا جس کو زینب اور دیگر حضرات نے قبول نہ کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب وغیرہ راضی ہو گئے اور حضرت زید کا نکاح زینب کے ساتھ کر دیا گیا۔

اس آیت میں کتنی بڑی تعظیم کا ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ اگر کوئی فیصلہ کر لیں تو اہل ایمان کو جان و مال میں کسی طرح کا اختیار باقی نہیں رہتا کیونکہ ہماری عقلوں سے

آپ کے فیصلے بلند تر ہیں اور ان کے مفادات جو ہیں وہ ہماری بہتری کے لئے ہیں گو کہ ہم اس کی گہرائی تک نہ پہنچ سکیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کے حکم اور مشورے میں فرق ہے' حکم کو ہر حال میں قبول کرنا ہوگا اور مشورے کے قبول کرنے میں اختیار ہوگا نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے الفاظ عام ہیں' ان میں کسی خصوصی واقعہ کو صراحۃً نام لے کر ذکر نہیں کیا گیا ہے لہٰذا اس کے عام حکم کے تحت کسی مسلمان فرد' قوم' حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کئے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لئے کوئی راہِ عمل تجویز کرے' مسلمان ہوتے ہوئے اطاعتِ رسول کے بغیر چارہ کار نہیں۔

ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنی سے فائدہ کے لئے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی پالیسی کے باعث اسلام کو رسوا کیا جا رہا ہے اور ہمیں اس چشمہ فیض سے فیضیاب ہونے کا موقع نہیں مل رہا بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں لہٰذا قرآن وسنت ہی انسانی ہدایات کے لئے دائمی قوانین ہدایت ہیں۔ اسلامی ممالک کی ترقی کا راز اور امن وسلامتی کا راستہ صرف اسلام ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (انفال:۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

اِس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ جب یہ رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائیں تو تم فوراً حاضر ہو اور یہ کہ رسول کا بلانا اللہ تعالیٰ ہی کا بلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور کے واسطے سے بلاتا ہے' بلا واسطہ کسی کو نہیں بلاتا' ہر حال میں حاضر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی غلامی اور تعظیم و ادب کو ہر حال میں جاری رکھا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیشہ ایسی چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں جو تمہاری زندگی کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ فیصلہ وحکم جاری فرمایا کہ مسلمان ہر حال میں اپنے نبی کریم ﷺ کو حاکم و فیصل تسلیم کریں' یہی ایمان کا تقاضا ہے' ارشاد الٰہی ہے:

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

تو (اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے نہ مان لیں۔ (النساء:۶۵)

اِس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو نہ ماننے والا اصلاً مسلمان نہیں رہتا اور اسلام سے خارج ہو جاتا ہے' گناہ کرنے والا کیسا ہی مجرم ہو وہ فاسق تو ہوگا لیکن مسلمان بھی رہے گا کیونکہ وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس پر یقین کرتا ہے اور رسول کریم ﷺ کے فیصلوں کا انکار نہیں کرتا بلکہ دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے اقرار کرتا ہے اور آپ کے سب فیصلوں کو مان کر تعظیم و ادب کرتا ہے' انکار اور بے ادبی کا انداز اختیار نہیں کرتا اور جو لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود اسلامی احکام میں نقص نکالیں اور اسلامی قوانین کے مقابلہ میں غیر اسلامی قوانین کو اچھا جانیں' ایسے لوگ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں جو اس آیت سے ظاہر ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقی حاکم مطلق اللہ تعالیٰ ہے:

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ — حکم صرف اللہ کا ہے۔

یعنی حقیقی حکم اللہ کا ہے یا تکوینی حکم صرف اللہ کا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا حکم حقیقت میں ان کا ذاتی حکم نہیں ہوتا بلکہ آپ کا حکم بھی اصل میں اللہ کا حکم ہوتا ہے کیونکہ آپ پیغمبر کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں لہٰذا حضور کے سارے فیصلے برحق اور واجب العمل ہیں۔

یہ تو واضح امر ہے کہ آپ کے فیصلوں کو نہ ماننا اور زبان درازی کرنا کفر و ارتداد ہے بلکہ اس آیت میں تو یہاں تک کہا گیا کہ آپ کے فیصلوں کو قبول کر لینا اور دل سے راضی نہ ہونا یہ کفار کا طریقہ ہے' اس سے ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے کہ اس عمل سے ایک مسلمان توہین و بے ادبی کا مرتکب ہو جاتا ہے اور ایمان کا تقاضا ادب و احترام و تسلیم ہے' دل سے نہ ماننے سے تصدیق نہیں تکذیب ہے اور تکذیب توہین کا اعلیٰ فرد ہے اور زبان سے تصدیق اور دل سے تکذیب منافقت بھی ہے۔

اس آیت کے نزول کا اصل واقعہ یہ تھا کہ اہل مدینہ پہاڑی پانی سے اپنے کھیت سیراب کرتے تھے' حضرت زبیر اور ایک انصاری کے کھیت ملے ہوئے تھے' ان دونوں کا اس پانی کے متعلق جھگڑا ہو گیا کہ پہلے کون اپنے کھیت کو پانی دے' یہ مقدمہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا' حضور نے فیصلہ فرمایا کہ پہلے حضرت زبیر پانی دیں پھر انصاری' کیونکہ حضرت زبیر کا کھیت اوپر کی جانب تھا۔ یہ فیصلہ انصاری کو ناگوار گذرا' اس کے منہ سے نکل گیا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد قریبی ہیں' اس پر یہ آیت اتری۔

ظاہر ہے کہ انصاری پر مرتد کا حکم نہیں لگایا گیا ہو گا کیونکہ اس واقعہ سے قبل اس قانونی آیت کا نزول نہیں ہوا تھا لیکن آج اگر کوئی اس قسم کے انکار کا ارتکاب کرتا ہے تو یقیناً مرتد ہو جائے گا۔

مسلمانوں کے لئے وہی فیصلے قابل قبول ہونے چاہئیں جو اسلامی قانون کے زیر اثر ہوں اور رسول کریم ﷺ کے فیصلوں کی پیروی کریں اور ہر نزاع کا حل اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اسلامی قوانین کی روشنی میں تلاش کریں۔ رسول اللہ ﷺ معصوم ہیں' ان کے تمام شرعی احکام ہر خطاء سے محفوظ ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے' ملاحظہ ہو:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو' اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو' یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

اس آیت میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جس میں کسی شرط کی پابندی نہیں ہے اور حاکم' قاضی اور حکمران طبقہ کی اطاعت کا بھی حکم ہے بشرطیکہ ان کے فیصلے اللہ اور رسول ﷺ اور قرآن وسنت کے موافق ہوں اور حضور کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے' اسی طرح ائمہ مجتہدین اور فقہاء کاملین اور علماءِ ربانیین کی اطاعت بھی ضروری ہے اس اطاعت میں تعظیم ہے اور نافرمانی میں سراسر بے ادبی ہے۔

حضور ﷺ کی گستاخی کفر وارتداد ہے

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت تعظیم کے ساتھ ہو تو عین ایمان ہے اور آپ کی توہین کفر وارتداد ہے' قرآن پاک میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (البقرہ:۱۰۴)

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں' اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کے وعظ میں عرض کرتے تھے راعنا یا رسول اللہ! یعنی رعایت فرماتے ہوئے یہ کلام واضح فرمادیں۔

یہود کی زبان میں یہ لفظ گالی تھا' انہوں نے بری نیت سے یہی لفظ کہنا شروع کیا' حضرت سعد نے یہود سے کہا اگر تم نے آئندہ یہ لفظ بولا تو تمہاری گردن ماردوں گا کیونکہ آپ یہود کی زبان سے واقف تھے۔ یہود بولے کہ مسلمان بھی تو یہ لفظ بولتے ہیں چنانچہ تب یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بھی اس لفظ کے استعمال سے منع کردیا گیا۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شان میں ہلکا لفظ بولنا حرام ہے اگرچہ توہین کی نیت نہ بھی ہو اور توہین کی نیت سے بولنا کفر ہے نیز جس لفظ کے دو معنی ہوں اچھے اور برے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور کے لئے استعمال نہ کئے جائیں تاکہ دوسروں کو بدگوئی کا موقع نہ ملے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو "میاں" نہ کہو کیونکہ اس کے دو معنی ہیں خاوند اور مالک لیکن مالک گو کہ اچھا معنیٰ ہے لیکن چونکہ اس کا دوسرا معنیٰ خاوند اور شوہر بھی مشہور ہے لہٰذا مالک کی نیت سے بھی اللہ کو میاں کہنا منع ہے۔

اس آیت سے واضح ہے کہ رسول کریم کی بے ادبی کرنے والا کافر ہے اور کافر کے لئے دردناک عذاب ہے' عذاب سے بچنا اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی اہانت وایذاء سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان وتعظیم پر ہی قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (التوبہ:۶۱)

اور جو رسول اللہ کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت مندرجہ سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اذیت دینا کفر ہے اور اس کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں ہوگی۔

قرآن پاک نے ایسے افراد و جماعتوں کو کھلے انداز سے رد کر دیا ہے جو اپنی خواہشاتِ نفسانی کے باعث اپنی ہی خواہشوں کو معبود کا درجہ دیتے ہیں اور اپنے حقیقی معبود کے احکام کو ترک کر کے انکاری ہو گئے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ○ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ○ (الفرقان: ۴۳، ۴۴)

بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جو لوگ نفس کی خواہشوں کو ہی سب کچھ سمجھ لیں، وہ بے عقل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں کو تو شعور ہوتا ہے اور یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر حالت گمراہی میں ہیں خاص کر اللہ کے مقابلہ میں خواہشوں کی پیروی کرنا اور نصوص کے احکام کے بدلے نفس کا حکم ماننا بدترین گمراہی ہے۔

یاد رہے مشرکین عرب کا دستور تھا کہ ان میں سے ہر ایک کسی پتھر کو پوجتا رہتا پھر جب کبھی اس پتھر سے اچھا مل جاتا تو پہلے کو پھینک کر دوسرے کو اٹھا لیتا اور اسے پوجنے لگتا۔ اس آیت میں ان مشرکین کی مذمت آئی ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ آزادی اچھی چیز ہے مگر بے قیدی اور لاقانونیت بری چیز ہے۔ آزادیٔ رائے وہ قابل قبول چیز ہے جو کسی مذہب یا کسی مذہب کے بانی کی گستاخی پر مبنی نہ ہو خاص کر جبکہ کسی قسم کا اشتعال نہ ہو تو کسی مذہب یا کسی شخصیت کا مذاق اڑانا یہ فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے لہٰذا ایسی بے لگام توہین آمیز آزادیٔ رائے عالمی امن کے لئے خطرہ کا باعث ہے۔

غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے تین منافقوں میں سے دو آپس میں بولے کہ حضور کا خیال ہے ہم روم پر غالب آ جائیں گے یہ بالکل غلط ہے، تیسرا خاموش تھا مگر ان کی باتوں پر ہنستا تھا۔ حضور نے ان تینوں کو بلا کر پوچھا تو وہ بولے کہ ہم راستہ کاٹنے کے لئے دل لگی

کرتے جا رہے تھے' اس پر یہ آیت اتری' اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفر کی باتیں سن کر رضا کے طور پر خاموش رہنا یا ہنسنا بھی کفر ہے کیونکہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔

حضور کی توہین اللہ کی توہین ہے' ان منافقوں نے صرف نبی کریم علیہ السلام کی بے ادبی کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی توہین قرار دیا' ایسے ہی حضور کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے' ملاحظہ کریں:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ط قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبہ: ۶۵'۶۶)

اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی گستاخی کفر و ارتداد ہے اگرچہ نیت نہ بھی کرے کیونکہ اس آیت میں استہزاء کو کفر قرار دیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا گستاخ بغیر کسی تردد کے مرتد ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (التوبہ:۶۲)

تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتا اگر ایمان رکھتے تھے۔

یہ آیت منافقین کی مذمت میں اتری ہے۔ منافق عناصر اکیلے میں اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آ کر جھوٹی قسمیں کھا جاتے تھے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی جھوٹی قسموں کا ذکر فرمایا اور دوسری بات یہ بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم دونوں کو راضی کرنے سے ایمان ملتا ہے اور ہر حال میں رسول اللہ کو راضی رکھا جائے کیونکہ ان کی رضا اللہ ہی کی رضا ہے' اسی لئے "ان یرضوہ" میں واحد کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف لوٹتی ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدًا فِيْهَا

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ

ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ○ (التوبہ:۶۳) ہے، ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم کی مخالفت اور بے ادبی و گستاخی کی سزا رسوائی و ذلت کا دائمی عذاب ہے۔ رسول کریم ﷺ کے احکام کو ناحق جان کر خلاف کرنے والا مرتد ہے اور حق جان کر ان پر عمل نہ کرنے والا مسلمان فاسق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی مخالفت مطلقاً کفر ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (الاحزاب:۵۳)

اور تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانا حرام و کفر ہے بشرطیکہ نیت اذیت پہنچانے کی ہو اور اگر ہمارے برے اعمال کی وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہو تو اس میں ہماری نیت شامل نہیں ہوتی اور اگر نیت ایذا کی ہو تو یہ کفر ہے اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں سے کسی سے مناکحت کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا بلکہ ان سے مناکحت کا وہم بھی سخت گناہ ہے اور اس حرمت میں شک کرنے والا بھی کافر ہے کہ اس میں بے ادبی ہے کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اہل ایمان کی مائیں ہیں کیونکہ ان کی زوجیت کی نسبت رسول کریم علیہ السلام کی طرف ہے۔

ان پاک دامن روحانی ماؤں کی بے ادبی رسول کریم کی بے ادبی ہے۔ رسول کریم علیہ السلام کی اذیت سے دنیا و آخرت میں لعنت پڑتی ہے، قیامت میں ذلت کا عذاب ہوگا، ارشاد باری ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا○ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

رسول کریم ﷺ کے گستاخوں سے اجتناب ضروری

افسوس ہے ان لوگوں پر جو ایمان کے دعوے کرتے ہیں اور محبت کے مدعی بنتے ہیں مگر ان کے ایمانی دعوے اس وقت آزمائے جاتے ہیں جب اللہ و رسول کے دشمنوں اور گستاخوں کے ساتھ ان کی دلی دوستی ظاہر ہوتی ہے ایسے لوگوں کی مذمت میں قرآن کا ارشاد ملاحظہ ہو:

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلہ:۲۲)

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا ذرسول سے مخالفت کی' چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں' یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا چاہے کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو وہ گستاخی کے بعد تمہارے لئے اس قابل نہیں رہا کہ اس سے دلی دوستی رکھو یا اس کا دلی احترام کرو لہٰذا اس آیت کا مفاد یہ ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا۔

مزید فرمایا کہ ایمان والے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کفر کے چاہنے والوں کو قلبی دوست بنائیں' ارشاد ہوتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (التوبہ:۲۳)

اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں پس وہی لوگ ظالم ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

يَـٰٓاَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَـدُوِّىْ وَ عَـدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ (الى قوله تعالى) تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَـمُ بِـمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (الى قوله تعالى) لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (ممتحنہ:۱تا۳)	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ تم چھپ کر ان سے جو ایسا کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تمہارے رشتے دار اور تمہارے بچے تمہیں نفع نہیں دیں گے قیامت کے دن تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا کہ ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (المائدہ:۵۱)	اور جو تم میں ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انہی میں سے ہے بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جو لوگ عداوت رکھتے ہیں اور ان کی گستاخی کرتے ہیں اہل ایمان ان سے کسی قسم کی دوستی نہیں کرسکتے کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے گستاخوں سے محبت و رغبت نہیں رکھی جاسکتی ورنہ ایمان باقی نہیں رہے گا اور ایسے لوگ خود ظالم و گمراہ ہیں اور یہ بھی بتایا گیا کہ جو گستاخوں سے دوستی رکھتے ہیں وہ بھی گستاخوں میں شامل ہوں گے (اللہ کی پناہ) اور جو لوگ بظاہر گستاخوں سے دوستی نہیں رکھتے مگر چھپ کر دوستی نبھا رہے ہیں تو یہ اور گستاخ طبقہ ایک جیسے ہوں گے۔

یہ توقع نہ کی جائے کہ وہ اللہ و رسول کے گستاخ کی عزت کرے گا اور اللہ و رسول کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دے گا یا وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کو آسانی کے ساتھ برداشت کرے گا یا سچا مسلمان گستاخوں کی رعایت و تعاون کو اختیار کرے گا۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اللہ و رسول علیہ السلام کے ادب و عزت کی خاطر جان قربان کر دے گا اور اللہ و رسول علیہ السلام کی عزت و احترام میں کسی مداہنت و منافقت کو قبول نہیں

کرے گا جس کی تفصیل اس مقدمہ کے بعد آ رہی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری نبی ﷺ اور سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام دو آسمانی کتابوں خاص کر قرآن مجید کی توہین و گستاخی تو بہت بڑا جرم وارتداد ہے' اس میں نہ شک ہے اور نہ شک کی گنجائش ہے۔

اہل ایمان کی گستاخی مسلمان کی حیثیت سے کفر و گمراہی ہے

قرآن تو رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام' اہل بیت عظام اور ازواج مطہرات کی توہین و گستاخی کی بھی مذمت کرتا ہے بلکہ عام اہل ایمان' اہل ادب و احترام سچے مسلمانوں کا ایمان اور دینی علم و عمل کی بنیاد پر گستاخی و توہین کو قرآن رد کرتا ہے اور اس کی سخت مذمت کرتا ہے۔

اصل میں مغرب پرست عناصر اور اسلام دشمن قوتیں علماء حق اور اہل ایمان و اسلام اور مسلمانوں کی گستاخی اور لعن و طعن اس لئے کرتے ہیں کہ اس ناپاک تحریک کی وجہ سے مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں کمزوری پیدا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے ان کو روکا جائے اور اسلام کے متعلق شک و تردد کی فضا پیدا کی جاسکے۔ قرآن پاک میں اس موضوع پر دو قسم کی آیات ہیں۔

پہلی قسم: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کافروں کی یہ عادت و فطرت ہے کہ اہل ایمان کے ساتھ اس لئے مذاق' ٹھٹھا و ہنسی کرتے ہیں کہ وہ اہل ایمان و اہل توحید ہیں یعنی گستاخی کا اصلی سبب ان کا ایمان ہے اور اسلام کو ماننا یہ کفار کی موت ہے کیونکہ ساری دشمنی اسلام سے ہے۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا:

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (البقرہ:۲۱۲)	کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی آراستہ کی گئی اور مسلمانوں سے ہنستے ہیں اور ڈر والے ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن اور خدا جسے چاہے بے گنتی دے۔

دنیا کی زندگی وہ زندگی ہے جو نفس کی خواہشات میں صرف ہو اور جو توشہ آخرت جمع کرنے میں خرچ ہو وہ بفضلہ تعالیٰ دینی زندگی ہے' اس میں وہ لوگ داخل ہیں جو آخرت سے غافل ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا' کسی مومن کو ذلیل یا کمینہ جاننا کافروں کا طریقہ ہے۔

کافر فاسق اگرچہ مالدار ہے' ذلیل ہے' مومن اگرچہ غریب ہو' کسی قوم سے ہو' عزت والا ہے بشرطیکہ متقی ہو کیونکہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" سے ثابت ہے کہ تقویٰ والے ہی عزت والے ہوتے ہیں اور تقویٰ ایمان کے بغیر نہیں ہوتا--- مومن غریب متقی ہو تو عزت والا ہے' ارشاد الٰہی ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (المنافقون:۸)

عزت اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور ایمان والوں کی ہے۔

یہ بھی ظاہر ہوا کہ دنیا میں مال کی زیادتی محبوبیت کی علامت نہیں' بہت دفعہ کافر مالدار ہو جاتے ہیں' مومن غریب۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے' یزیدیوں کی بظاہر فتح ہوئی' اس سے یہ دلیل نہیں ملتی کہ فاتح یا مالدار عزت والا بن جاتا ہے بلکہ فاتح ظالم' مالدار بخیل یا مالدار کافر ہی ذلیل ہوتے ہیں' محبوبیت کی علامت اللہ کی طرف سے خیر اور نیک اعمال کی توفیق ہے۔

آیت مندرجہ بالا میں ایمان والوں سے ہنسی کو ایمان کی بنیاد پر کفر قرار دیا گیا ہے' ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ○ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ○ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ○ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ○ (المطففین ۲۹:۳۳)

بے شک مجرم ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے اور جب وہ ان پر گزرتے تو یہ آپس میں ان پر آنکھوں سے اشارے کرتے اور جب اپنے گھر پلٹتے خوشیاں کرتے پلٹتے اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں اور یہ کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجے گئے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کافرین بڑے جرم کرتے تھے:

۱- مسلمان پر ہنسنا
۲- مسلمانوں کو دیکھ کر آپس میں اشارہ بازیاں کرنا
۳- گناہوں پر خوش ہونا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو گمراہ کہنا کافروں کا کام ہے اور صحابہ کرام و اہلبیت عظام کا مذاق اڑانا کفر ہے کیونکہ صحابہ کرام کے ذریعے سے ہی اسلام پچھلوں تک پہنچتا رہا۔

ان حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمتیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں ارشاد الٰہی ہے:

کَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ ○ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (الزخرف:۶'۷)

ہم نے کتنے نبی اگلوں میں بھیجے اور ان کے پاس جو نبی آیا ان کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔

ان آیات میں ان نبیوں کا ذکر ہے جو کفار کی طرف بھیجے گئے تھے اور یہ بھی بتایا گیا کہ جب بھی کوئی نبی ان کافروں کی طرف آتے تو وہ نبیوں سے ہنسی کرتے رہے' یہ عادت کافروں کی ہے۔اس کفر والی عادت سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے ورنہ اس گستاخی کے باعث ایک مسلمان کافر ہو جائے گا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ○ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ○ (الحجر:۱۰'۱۱)

اور بے شک ہم نے تم سے پہلے اگلوں میں رسول بھیجے اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر اس سے ہنسی کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ اور زمانہ والوں کے لئے علیحدہ علیحدہ رسول تشریف لائے۔ہمارے حضور علیہ سارے عالم کے لئے رسول ہیں' چراغ ہر گھر کا الگ الگ ہے مگر سورج سب کا ایک ہے اور یہ مقصد بھی ظاہر ہے کہ کافروں کی عادت ہے کہ وہ انبیا کرام علیہم السلام اور اہل ایمان سے مذاق و ہنسی کرتے ہیں اور اگر مسلمان بھی ایسا ہی کریں تو پھر مسلمان مسلمان نہیں رہتا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اہل ایمان مسلمانوں کے ساتھ ہنسی و مذاق کرنا کافروں کی عادت ہے' کافروں کا اس سے مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت کو قبول کرنے سے روکا جائے اور مسلمانوں کے عقائد میں کمزوری پیدا کی جائے

یہ ساری کوشش اس لئے رہی ہے کہ کافروں کی اسلام سے دشمنی ہے اور ان کی یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی اور اہل ایمان اس کا دفاع کرتے رہیں گے۔کافر ایمان کی بنیاد پر

مسلمانوں سے دشمنی اور ہنسی کرتے رہے حالانکہ مسلمان بھی اسی زمین میں، اسی قوم سے اور ایک ہی زبان والے تھے، صرف ایمان کی مخالفت کافروں اور ان کے ایجنٹوں کی تحریک ہے جو شروع سے چلی آرہی ہے۔

دوسری قسم: اللہ تعالیٰ نے جب یہ خبر دی ہے کہ جس قوم کے پاس کوئی رسول یا نبی تشریف لائے تو پہلا کام ان کافروں کا رہا کہ وہ رسول یا نبی کے ساتھ گستاخی ہنسی کریں اور جو ان کے ماننے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ہنسی کریں، ملاحظہ کریں:

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ○ (الشعرآء:۱۱۱)

بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کمینے ہوئے ہیں؟

ایسے لوگ ایمان لائے ہیں کہ وہ غرباء و مساکین ہیں جن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہمارے لئے باعث شرم ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ہمیشہ غریبوں نے قبول کیا اور غریب ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت کرتے رہے۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کو کمینہ کہنا اور ذلیل سمجھنا کفار کا کام ہے حالانکہ کوئی مومن کمینہ نہیں ہے، سب شریف ہیں، شرافت و کرامت، ایمان و تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور مومن کے مقابلہ میں کوئی کافر شریف نہیں۔

اصل میں ایمان کی دعوت دینا اور دعوت ایمان کو قبول کرنا، کافروں اور کافروں کے نمائندوں کو گوارا نہیں۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ○ (ھود:۲۷)

تو اس کی قوم کے سردار جو کافر تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہنا یا سمجھنا اور مساوی درجہ دینا کفر کی جڑ اور گمراہی کی سیڑھی ہے اور یہ کہ صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ایمان

کی دولت سے سرفراز تھے' انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنا کافروں کا کام ہے' اہل ایمان کی عزت واحترام کرنا یہ مسلمانوں کا کام ہے' دونوں طریقوں میں واضح فرق ہے۔

اس آیت میں نبی اور ان کے ماننے والوں کے خلاف کافروں کے طریقہ کار کا ذکر ہے کہ کافران مقبولوں کی گستاخی کرتے رہے اور آج بھی کافر اور ان کے نمائندے مومنوں سے مذاق کرتے ہیں۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف:٦٦'٦٧)

اس کی قوم کے سردار بولے بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔ کہا اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص یا کوئی طبقہ نبی کی عقل یا نبی کا علم کسی سے کم مانے وہ بے دین ہے حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام علم و عقل کے انتہائی اعلیٰ درجہ میں ہوتے ہیں جیسے حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے اپنے سے کم عقلمند سمجھا اور یہی ان کی بڑی بے وقوفی ہے۔ کیونکہ نبوت انتہائی کمال کا نام ہے اور سفاہت' بے وقوفی انتہائی نقص ہے اور نبی ہدایت کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ تمام جہان کی عقل نبی کی عقل کی نسبت سے ایسی ہے جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے اور تمام رسولوں کی عقل حضور کی نسبت سے ایسی ہے جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ میں ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ○ (الزخرف:۴۷)

پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا جبھی وہ اس پر ہنسنے لگے۔

اس آیت میں بھی فرعون اور اس کے حمایتیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہنسی کی تھی۔ کافروں کی عادت ہے کہ وہ دعوت انبیاء کرام علیہم السلام کو گوارا نہیں کرتے تھے اس وجہ سے کافر لوگ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں سے ہر طرح کی گستاخیاں اور ہنسیاں کرتے تھے اور آج کا ماڈرن مسلمان' اس پر غور کرے کہ وہ کس روش کا شکار ہے' خود نبی کریم ﷺ کے ساتھ کافر اس قسم کی ہنسی کرتے رہے۔

وَاِذَا رَاٰکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا هُزُوًا (الانبیاء:۳۶)

اور جب کافر تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا۔

شان نزول

ابوجہل جب حضور علیہ السلام کو دیکھتا تو ہنسا کرتا تھا' دوسری آیت میں اس کی تاریخ وتحریک بیان کی گئی:

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (الانعام:۱۰)

اور بے شک تم سے اگلے رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تو مسخرگی کرنے والوں کا ٹھٹھا انہیں کو لے بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ اے محبوب! آپ ان کمینوں کی کمینگی پر دل تنگ نہ ہوں' گذشتہ کفار بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے عذاب کی خبروں پر مذاق اڑاتے تھے' اچانک ان پر وہ عذاب آجاتے تھے' یہی حال ان مذاق اڑانے والوں کا ہوگا:

قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۴'۱۵)

تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں' ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے تھے۔ اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کافر' منافق اور ان کے تمہارے نمائندے اسلام کے حق ہونے میں بھٹکتے پھر رہے ہیں' ان کو حیرانی ہے کہ اسلام اور مسلمان کیسے ترقی کئے جا رہے ہیں' کافر و منافق کے مقابلہ میں مسلمان کو قلبی سکون حاصل ہے اور یہی حیات طیبہ والے بھی ہیں۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کافر' منافق اور ان کے نمائندے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والے اہل ایمان' عشق ومحبت' اطاعت کرنے والے مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ سے گستاخی اور ہنسی کرتے رہے ہیں اور آج بھی مسلمانوں کو ناکام اور گرانے کی بین الاقوامی کوششیں ہو رہی ہیں۔

نیز یہ معلوم ہوا کہ یہ ہنسی' مذاق و بے ادبی' تذلیل وتحقیر بے ایمانوں کا شیوہ ہے' یہ ان کی تاریخ ہے اور تحریک بھی ہے جو مسلسل چلی آرہی ہے' عصر حاضر میں بھی کئی رنگوں

میں بے دینوں کے وارث پائے جاتے ہیں جو اپنی پوری کوششوں اور مالی فنی اور صحافتی قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہے اور کمزور مسلمانوں کو خریدا جا رہا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر بھی' اسلامی ممالک کی سطح پر بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی مسلمانوں کو سیاسی وغیر سیاسی ہر میدان میں خرید رہے ہیں۔ مسلمانوں کو غیر مسلمانوں سے نہ پہلے کہیں خطرہ رہا اور نہ آئندہ کوئی ناقابل مقابلہ خطرہ رہے گا لیکن خطرہ و نقصان ہمیشہ مسلمانوں کو مسلمانوں سے پہنچتا رہا' ان کے باہمی تصادم و اختلافات' سیاسی وغیر سیاسی معرکے نفسانی خواہش پرستی اور اقتدار پرستی نے مسلمانوں کو مفلوج و مغلوب و مرعوب کر رکھا ہے' مسلمان جب کبھی سچائی کے ساتھ متحد ہوئے تو فتح و نصرت خداوندی نے ان کا استقبال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے مشاہدے ہوتے رہے' مسلمانوں کے انتشار نے یہ المیے اور مشکلات پیدا کیں کہ اپنے ملکوں کو غلامی میں دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور گستاخیاں اسلام دشمنوں کی طرف سے ہوتی رہیں۔

مسلمان مذہبی رہنماؤں کے نام ضروری اپیل

اسلام آخری دین ہے' اسلام انسانی حاجتوں کا جامع پروگرام ہے' اسلام عالمی امن وسلامتی کا عملی رہنما دستور ہے' اسلام نور ہے' ہدایت ہے' نجات اخروی کا ضامن ہے' ہر کمال اسلام میں موجود ہے۔ مسلمان کی عمدہ حیات اسلام سے وابستہ ہے بلکہ مسلمانوں کی بقا بھی اسلام کی رہین منت ہے۔

جب یہ حقیقت ہے تو مسلمان رہنماؤں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام مسائل و مشکلات اور باہمی تنازع قرآن و سنت کی روشنی میں حل کریں' یہی قرآن کا قانون ہے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء:۵۹)　جب تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹو۔

اس قانون کی موجودگی میں مسلمانوں کے باہمی مذہبی وسیاسی تمام باہمی نزاع کو باہمی مجالس و کانفرنس کے ذریعے بالکل ختم کر دیں یا کم کر دیں تاکہ وحدت امت مسلمہ کا

خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے اور ایک بار پھر عرب وعجم کی امت مسلمہ اتحاد کے ذریعے دنیا بھر میں قوت بن کر اسلام کی عظمتوں اور صداقتوں کا بول بالا کر دیں اور حقیقی امن عالم کی عملاً ضمانت دیں اور پوری زمین پر بھٹکی ہوئی انسانیت کی قیادت کریں اور اس اہم کام کو اسلامی تنظیم کی کانفرنس انجام دے سکتی ہے بشرطیکہ اسلامی تنظیم کو صحیح معنوں میں بااختیار' فعال اور پر وقار و طاقتور بنایا جائے۔ اس تنظیم کے تحت اسلام کے ماننے والے سنی شیعہ کے اندر اصولی اختلافات کو بھی ختم کیا جائے' اس کے بعد ان کے مذہبی رہنماؤں کو اتحاد و تنظیم کی خاطر ضوابط کے تحت باضابطہ پابند کیا جائے تاکہ مذہبی اشتعال پیدا نہ کریں' ایسے ہی سنی فرقوں اور جماعتوں کے اندر اصولی وفروعی نزاعوں کو شرعی دلائل کی روشنی میں حل کیا جائے اور وہ تمام عبارات جو صریح وغیر صریح طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ السلام کی شان میں اہانت وگستاخی کے مفاہیم پر دلالت کرتی ہوں ان سب کو اپنے اپنے رسائل وکتابوں سے بالکل نکال دیا جائے تاکہ ایسی کوئی تحریر باقی نہ رہے جو قرآن وسنت سے ٹکراتی ہوں اور توہین وتضعیف کے مذموم معانی پیدا کرتی ہوں اور ایسے مذہبی پیشواؤں کی لغزشوں کو درست ثابت کرنے کے لئے مذہبی سرٹیفکیٹ جاری کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی توہین وناراضگی کو مول لینا اس کی اجازت قرآن وسنت کے قوانین میں اور صحابہ کرام اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان کی سیرت مبارکہ میں کہیں نہیں ملتی ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نر سیدی تمام بولہبی ست

نفسانی خواہشات کی اتباع کرنا اور فرقہ واریت کو ہوا واشتعال دینا اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہے' صرف اسلام کی احیاء کے لئے اپنی تمام توانائیوں اور علم وفضل کو وقف کیا جائے اور ہر موضوع وتحقیق کو مثبت انداز سے پیش کیا جائے اور موعظتِ حسنہ قرآنی طریقۂ تبلیغ کو اختیار کیا جائے اور منفی وجارحانہ تحریر وتقریر سے مکمل اجتناب کیا جائے' اس وقت مقابلہ مسلمانوں کے اندر نہیں ہے بلکہ دنیا بھر میں اسلام کو غیر اسلام کے چیلنج کا سامنا ہے' اسلام سربلند و زندہ رہے گا تو مسلمان بھی باوقار طور پر زندہ ہوں گے ورنہ مسلمان کی حیات ذلت کی موت سے بدتر ہوگی۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:۱۵۳) اور اللہ کی رسی کو تمام مضبوطی سے تھامو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔

اسی صورت میں عمل ہوسکتا ہے کہ مسلمان اسلام کے اصولوں اور بنیادی عقائد پر جمع ہوں اور فروعی مسائل کے اختلافات کو کم سے کم کریں اور تمام مسائل و مشکلات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وادب میں ڈوب کر قرآن وسنت کی روشنی میں حل کریں تب کہیں سلمان رشدی جیسے اسلام دشمنوں کا مقابلہ و دفاع ہو سکے گا اور اگر ناروا فتوؤں کے تیروں سے مسلمانوں کو ہی نشانہ بناتے رہیں تو پھر اس سے اسلام کے دشمنوں ہی کو تقویت ملے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دشمنوں کے مذموم عزائم کا دفاع ہمارا مذہبی فریضہ ہے' اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وتعظیم واطاعت ہمارے ایمان کی جان ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

در دلِ مقامِ مصطفٰے است
آبروئے ما زنامِ مصطفٰے است

وما توفیقی الا باللہ العلام

مفتی محمد گل رحمٰن
۴ رمضان ۱۴۱۲ھ/ ۸ مارچ ۱۹۹۲ء
برمنگھم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں ضروری عقائد کی اہمیت اور حکم

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور بغیر کسی سابقہ مادہ، مثال و نمونہ کے ابتداء ہی سے جو جو چاہا پیدا فرما دیا اور آئندہ بھی اسی طرح جو چاہے گا ارادہ فرماتے ہوئے پیدا کر دے گا، قرآنِ پاک میں اس کا اعلان ہے:

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (البقرہ: ۱۱۷)

نیا پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا اور جب کسی بات کا حکم فرمائے تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

اللہ نے ہر چیز کو وجود بخشا ہے اور وہی پیدا کرنے والا ہے ہر شے کو پوری طرح جانتا ہے، ظاہر و باطن، آغاز و انجام، کمال و نقصان سب کچھ جانتا ہے کیونکہ جو ذات کاملہ ابتداء ہی سے ہر شے کو عدم کے اندھیروں سے نکال کر وجود کی روشنیوں میں لانے والی ہے وہی بے مثل ذات حقیقی تربیت اور نگہبانی بھی فرماتی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الانعام: ۱۰۱)

اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

مزید فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○ (الانعام: ۱۰۲)

یہ اللہ ہے (جو) تمہارا پروردگار ہے، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا پس عبادت کرو اس کی اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک حقیقی ہے، زمین و آسمان اور ان میں خاکی، ناری و نوری، بے جان اور جان دار، بے شعور اور باشعور جو کچھ بھی اللہ کے سوا ہے وہ سب کچھ اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی ملکیت ہے، سب اس کے بندے اور سب اس کے حکم کے پابند ہیں، ہر چیز

اسی کے قبضہ واختیار میں ہے' ارشاد ربانی ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ (المائدہ:۱۲۰)	اللہ ہی کے لئے ہے سب بادشاہی سب آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

مطالبہ ایمان وعبادت

جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا ویکتا ہمارا حقیقی مالک وخالق ہے اور وہی موت وحیات دینے والا ہے' ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ	وہی خدا پیدا فرماتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

اور ہماری ابتداء وانتہاء اپنے خداوند کریم کے ہاں ہے' کسی دوسری ہستی کے ہاں سے نہ کسی کو وجود وکمال ملا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا کوئی مرکز رجوع ہے قرآن پاک میں ہے: ''والیہ المصیر اور اللہ ہی کے ہاں ٹھکانا ہے'' تو اس بناء پر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایمان وعبادت کا حکم دیتا ہے کیونکہ صرف وہی عبادت کے لائق ومستحق ہے تو ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (البقرہ:۲۱)	اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

چونکہ عبادت ایمان پر موقوف ہوتی ہے اور ایمان عبادت پر مقدم ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ایمان لاکر عبادت کرو گویا اللہ تعالیٰ پوری انسانیت سے ایمان کا مطالبہ کرتا ہے اور اسلام کے بنیادی مقاصد' توحید' صداقت قرآن اور حقانیت نبوت وغیرہ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔

اسلام چونکہ عالمگیر دین ہے اس لئے تمام انسانوں کو خطاب فرمایا اور ایمان وعبادت کا سب کو پابند ومامور فرمایا۔

ایمان محبوب ہے کفر مردود ہے

اللہ پاک کے ہاں ایمان محبوب و پسندیدہ ہے اور ایمان کو اہل ایمان کے لئے اللہ نے حسین وجمیل بنا دیا ہے اور ایمان کی ضد ومقابل کفر کو ناپسندیدہ وقابلِ نفرت بنایا ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (الحجرات:۸،۹)

اور لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا دیا ہے تمہارے لئے ایمان کو' آراستہ کر دیا ہے اسے تمہارے دلوں میں اور قابل نفرت بنا دیا ہے تمہارے لئے کفر' فسق اور نافرمانی کو' یہی لوگ راہ حق پر ثابت قدم ہیں (یہ سب کچھ) محض اللہ کا فضل اور انعام ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے۔

صاف واضح ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کو محبوب ومقبول ہے اور کفر اللہ کے ہاں مبغوض و نامقبول ہے اور صحابہ کرام' اہلبیت عظام و ازواج مطہرات علیہم الرضوان کی نگاہوں میں ایمان کو محبوب وحسین وجمیل اللہ تعالیٰ نے بنا دیا تھا ورنہ بندہ بذات خود اس مرتبہ کو حاصل نہیں کر سکتا ہے اور ایمان پر استقامت اور کفر سے نفرت احسان خداوندی کی انتہا ہے اسی لئے اس مرتبہ کو فضل ونعمت قرار دیا گیا۔

ایمان ایک ایسی حقیقت ہے جس کی بدولت دنیا میں حیات طیبہ' پاکیزہ زندگی نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں جنت اور جنت کی نعمتیں اور پھر جنت میں بھی حیاتِ ابدی ملے گی' اس سے بڑھ کر انسان کے لئے بڑا اعزاز و اکرام اور کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ○ (الطلاق:۱۱)

اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے وہ اسے باغوں (جنتوں) میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں' بے شک اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی رکھی۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر استقامت' ثابت قدم رہنے کا حکم دیتا ہے اس لئے کہ ایمان لانے کے بعد ایک مومن کو اپنا ایمان بچانا ضروری ہو جاتا ہے اور اسلام و ایمان کے خلاف جتنی متصادم قوتیں ہوں ان سب کا مقابلہ بھی کرنا پڑ جاتا ہے اور یہ مقابلہ ایمان پر ثابت قدمی سے انجام پذیر ہوسکتا ہے۔اس مقام پر پہنچ کر اہل ایمان' کامل ایمان بھی ہوجاتا ہے اور قابل نصرت بھی ہو جاتا ہے۔قرآن پاک میں ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (النساء:۱۳۶)	اے ایمان والو !ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل فرمائی ہے اللہ نے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی اس سے پہلے۔

اللہ تعالیٰ اسلام میں اہل ایمان کو پورا پورا داخل ہونے اور مکمل طور پر اسلام میں ہمیشہ کے لئے رہنے کا حکم دیتا ہے'ایسا نہ ہو کہ ایمان لانے کے بعد کفر و ارتداد میں نہ گر پڑیں جس کا بدترین انجام دنیا و آخرت میں اٹھانا پڑے'ارشاد ربانی ہوتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (البقرہ:۲۰۸)	اے ایمان والو !داخل ہو اسلام میں پورے پورے اور نہ چلو شیطان کے قدم پر بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یعنی اسلام کو غیر مشروط طور پر اطاعت و تسلیم کے لئے اختیار کرو کیونکہ اسلام دین مستقل ضابطہ حیات اور مکمل دستور العمل ہے'اسلام کے اپنے عقائد اور اصول ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیئے ہیں'ان میں انکار و ترمیم کی گنجائش کسی فرد'جماعت اور اسلامی ریاست کو بھی حاصل نہیں ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ	بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔

اسلام کے عقائد ضرور یہ وہی ہیں جن کی تبلیغ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو فرماتے رہے۔ چونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ ہمارے نبی کریم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم فرما دیا گیا۔اب آپ کے بعد نئی نبوت و رسالت اور نئی شریعت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے اور اسلام تمام خوبیوں کا عالمگیر دین بن کر

قیامت تک قائم رہے گا۔

اسلام صرف چند عبادتوں کا نام نہیں بلکہ عبادت' عقائد' معاملات اور سیاست وغیرہ کا جامع دستور ہے اور موجودہ دور میں اسلام حکومت اسلامی کی صورت میں بھی نافذ العمل ہے۔ اسلام میں سیاست اور مذہب دو الگ راستے اور دو جداگانہ مقاصد نہیں ہیں بلکہ مذہب وسیاست دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ اسلام فرد و جماعت اور حاکم و محکوم کی اصلاح کرتا ہے اور قیامت کے دن فلاح و نجات کی ضمانت دیتا ہے۔

دین اسلام میں ایمان کے چند بنیادی اجزاء ہیں

اجزائے ایمان جن پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان اہل ایمان نہیں ہوسکتا ہے اور ایسے ہی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک کا انکار سب نبیوں کا انکار ہوتا ہے' فرق و امتیاز انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان نفس نبوت و رسالت کے اعتبار سے کرنا' اسلام اس کو رد کرتا ہے ہاں مراتب و عموم رسالت اور خصوصیات کے اعتبار سے افضلیت کے پہلو ملحوظ ہیں لیکن اسلام میں ایمان کے چند ایسے اجزاء ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے جیسے اللہ تعالیٰ' ملائکہ' تمام آسمانی کتابیں' تمام رسولوں پر بلا استثناء ایمان لانا اور قیامت پر یقین رکھنا اور تقدیر پر ایمان رکھنا' یہ سب ضروریات دین ہیں' قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ میں ضروریات دین کے چند امور اجمالاً ذکر ہوئے ہیں:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ: ۲۸۵)	ایمان لایا یہ رسول (کریم) اس (کتاب) پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور (ایمان لائے) مومن یہ سب مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (نیز یہ کہتے ہیں) ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں سے۔

ایمان کے یہ ضروری امور مشہور حدیث جبریل علیہ السلام میں بھی آئے ہیں:

قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللہ وملئکتہ وکتبہ	عرض کیا (حضرت جبریل علیہ السلام نے) کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیے فرمایا

ورسلہ والیوم الاخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ (متفق علیہ، مشکوۃ شریف)

کہ اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو اور اچھی بری تقدیر کو مانو۔

یہ مذکورہ عقائد ضروریات دین ہیں، ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا ہے، ان میں سب کو بغیر کسی ایک کے مانتے ہوئے بھی مسلمان نہیں ہو سکتا، ان میں کسی ایک کا انکار سب کا انکار تصور ہوگا۔ ایمان کے ضروری دینی امور میں کسی قسم کی تفریق و ترمیم باطل اور کفر ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (البقرہ: ۸۵)

تو کیا تم ایمان لاتے ہو کتاب کے کچھ حصہ پر اور انکار کرتے ہو کچھ حصہ کا، (تم خود ہی کہو) کیا سزا ہے ایسے نابکار کی تم میں سے سوائے اس کے کہ رسوا رہے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن تو انہیں پھینک دیا جائے گا سخت ترین عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں ان (کرتوتوں) سے جو تم کرتے ہو۔

ضروریاتِ دین میں تفریق کفر ہے

ایمان سے متعلق ضروریاتِ دین میں تفریق کفر ہے مثلاً اللہ کو تو مان لیا جائے اور رسولوں کا انکار کیا جائے یا رسولوں (علیہم السلام) کی اہانت و گستاخی کی جائے تو اس کو قرآن مجید نے صراحۃً کفر قرار دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور چاہتے ہیں کہ فرق کریں اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں بعض رسولوں پر اور ہم کفر کرتے ہیں بعض کے ساتھ اور چاہتے ہیں کہ اختیار کرلیں کفر و

ایمان کے درمیان کوئی (تیسری) راہ یہی لوگ کافر ہیں حقیقت میں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لئے عذاب رسوا کرنے والا۔ (النساء،۱۵۱-۱۵۰)

اس صراحت سے واضح ہو گیا کہ اہل ایمان کا یہ عقیدہ قطعی ہے کہ تمام ضروریات دین کی تصدیق وتسلیم سے انسان مومن ومسلمان بن سکتا ہے جو اس نص قرآن کی صراحت سے ثابت ہے اور کسی ایک ضروری عقیدہ کے انکار وتفریق سے کفر واضح ہو جاتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کو ملانا ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے اور اللہ و رسول کو الگ کرنا کفر کی بات ہے یعنی سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ایک پیغمبر کا اِنکار یا اہانت کرنا ویسے ہی کفر ہے جیسے سارے پیغمبروں کا انکار و اہانت کفر ہے' ایسے ہی تمام پیغمبروں اور آسمانی کتابوں اور فرشتوں اور آخرت کا انکار و اہانت کفر ہے اور ان ضروریات دینیہ کو بلا استثناء دل سے ماننے کا نام ایمان وایقان ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۱۵۲)

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اس کے (تمام) رسولوں کے ساتھ اور نہیں فرق کیا انہوں نے کسی میں ان سے یہی لوگ ہیں کہ دے گا انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اجر اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس سے صریحاً ثابت ہوا کہ ایمان والے اللہ اور تمام رسولوں پر ایمان لانے میں فرق و امتیاز نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کاملہ پر اور تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں اس کا اجر عظیم ملے گا۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ:۸۴)

نہیں فرق کرتے ہم کسی کے درمیان ان (نبیوں) میں سے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

ان آیاتِ محکمہ مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ ایمان تمام ضروریاتِ دین کے ماننے کا نام ہے اور ان ضروریات دینیہ میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے اور یہ انکار کفر و ارتداد ہے۔

آیہ **لا نفرق بین احد من رسلہ** کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ عدم تفریق نبوت و رسالت کی حیثیت سے ہے، دوسری حیثیات مراتب وخصوصیات کے لحاظ سے نہیں ہے۔ اس آیت کے تحت روح المعانی پارہ ۳ میں ہے: **لان المعتبرة عدم تفریق الرسالة دون الحیثیات بل معنی الآیة لا نفرق بین احد من رسله و بین احد من غیره فی النبوة.** تفسیر کبیر ج ۲ صفحہ ۵۶۹ میں ہے: **لان المعتبرة عدم التفریق من حیث الرسالة دون سائر الحیثیات الخاصة.** (تفسیر ابوالسعود)

لہٰذا نہ تو انبیاء کرام، رسل عظام علیہم السلام کی نفس نبوت و رسالت میں کوئی فرق ہے اور نہ ہی کسی ایک نبی کو ذاتی نبی اور دوسرے نبی کو عرضی نبی کا فرق کرنا جائز ہے بلکہ سب نبیوں، رسولوں پر بغیر کسی تفریق کے ایمان لانا ضروریاتِ دین سے ہے، ذاتی وعرضی کا فرق باطل ہے، مراتب وخصوصیات کی زیادتی کا امتیاز باعث فضیلت و افضلیت جائز ہے۔

الخامس انه نهٰی عن التفضیل فی نفس النبوة لا فی ذوات الانبیاء علیهم السلام و عموم رسالتهم و زیادة خصالهم و قد قال تعالی تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض

(عینی ج ۶ تحت باب الخصومات، فتح الباری ج ۶ ص ۴۴۶)

نبی کریم ﷺ نے نفس نبوت میں فضیلت دینے سے منع فرمایا، ذواتِ انبیاء علیہم السلام اور ان کے درمیان بلحاظ ان کی خصوصیات کی زیادتی کے ایک دوسرے سے افضلیت منع نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک دوسرے پر افضل کیا''۔

حقیقتِ ایمان

هو التصدیق بما جاء به الرسول من عند الله تعالی ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع علم بالضرورة مجیئه به من عند الله اجمالا (شرح عقائد)	ایمان ان امور کی تصدیق کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے یعنی اجمالی طور پر حضور اکرم ﷺ کی دل سے تصدیق کرنا ہر اس چیز میں جو آپ اللہ کی طرف سے لائے جس کا ثبوت آپ سے قطعی طور پر ہو۔

شریعت اسلامیہ کے عرف میں ایمان وہ سب کچھ تسلیم کر لینے اور اس پر اعتقاد و

یقین کر لینے سے عبارت ہے جسے حضور نبی اکرم ﷺ خدا تعالیٰ سے لائے اور اس کے بندوں کو پہنچایا اور جس کا خدا تعالیٰ کی طرف سے لانا یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا ہو' یہ تسلیم واعتقاد اجمالی طور پر ہو یا یہ اعتقاد تسلیم تفصیلی طور پر ہو۔

یاد رہے کہ صرف اتنا جاننا یا یقین کرنا اور حق کو پہچان لینا مومن ہونے کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ مرتبۂ تصدیق تک (جس سے مراد یہاں یقین وتسلیم ہے) نہ مانا جائے ورنہ یہود وغیرہ آپ ﷺ کی صداقت ونبوت کو اور آپ کے نبی ورسول ہونے کو اچھی طرح جانتے تھے اس کے باوجود وہ ایمان کی تعریف سے خارج تھے' قرآن حکیم میں فرمایا:

جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ. (النمل:۱۴)

اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔

معلوم ہوا کہ نبی کی صداقت پر یقین کر لینا کافی نہیں بلکہ تصدیق قلبی کے ساتھ ساتھ تسلیم بھی کریں اور زبان سے جحد وانکار بھی نہ کریں بلکہ بوقت ضرورت ایمان کا زبان سے اقرار بھی کریں تا کہ اسلام وایمان کے احکام جاری ہو سکیں۔

قرآن پاک میں دوسری جگہ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ. (البقرۃ:۱۴۶)

جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

لہٰذا نبی کی پہچان ایمان نہیں بلکہ حضور کو ماننا ایمان ہے' جاننے اور ماننے میں فرق ہے جیسے باپ اپنے بیٹے کو دلائل سے جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے' ایسے ہی کفار حضور ﷺ کو بے مثل کمالات ومعجزات کے ذریعے جانتے ہیں کہ یہ سچے رسول ہیں لیکن حسد کی وجہ سے مانتے نہیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو قلبی تصدیق وتسلیم اور زبانی اقرار کے ساتھ ماننے کا نام ایمان ہے بشرطیکہ اس کے باوجود شریعت میں جو چیزیں علامات کفر ہیں ان کا ارتکاب بھی نہ کیا جائے جیسے بتوں کو سجدہ کرنا اور گلے میں زنار باندھنا' ورنہ ایمان کے خلاف ارتکاب ہوگا۔ (ملاحظہ کریں اشعۃ اللمعات' کتاب الایمان)

نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی تمام چیزوں پر یقین محکم رکھنے کا نام ایمان ہے۔
امام علامہ ابو جعفر بن محمد بن سلامتہ الازدی الطحاوی المصری الحنفی (التوفی ۳۲۱ھ)
اپنی کتاب عقیدۂ اہل السنتہ والجماعتہ میں ایمان کو بیان فرماتے ہیں:

والایمان هو الاقرار باللسان والتصديق بالجنان وان جميع ما انزل الله تعالى فى القران و جميع ماصح عن رسوله من الشرع والبيان كله حق

ایمان بے شک زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا کہ تمام وہ کچھ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمایا اور تمام وہ امور جو اس کے رسول سے شرع اور بیان صحیح طور پر ثابت ہیں' یہ سارا حق و سچ ہے۔

لہٰذا عقائد اسلام اور فرائض وغیرہ سب کو دل سے محکم یقین کے ساتھ ماننا ایمان ہے۔ ایمان اور کفر وارتداد آپس میں ضدیں ہیں اور ایک دوسرے کے مقابل حقیقتیں ہیں' ایمان اگر اسلام کی ضروریاتِ دین کو ماننے (تصدیق وتسلیم) کا نام ہے تو اس کے مقابل انہیں عقائد قطعیہ واحکام قطعیہ (ضروریاتِ دینیہ) کے انکار کا نام کفر وارتداد ہے اسی لئے قرآن پاک میں کفر وارتداد کو ایمان کے منافی بیان کیا گیا ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (العنکبوت:۲۳)

اور جن لوگوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا وہ لوگ مایوس ہو گئے ہیں میری رحمت سے اور وہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اب یہی ملاقات جو آخرت میں ہو گی اور جس کا انکار کفر ہے' انہی آیاتِ الٰہیہ اور ملاقاتِ خداوندی پر یقین رکھنے والوں کی تعریف اس آیت میں مذکور ہے:

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○ (العنکبوت:۵)

جو شخص امید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تو (وہ سن لے) کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی ہر بات کو سننے والا' ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

آیاتِ الٰہیہ (قرآن مجید) پر ایمان نہ لانے والے کافر ہی ہوتے ہیں۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ○

اور نہیں انکار کرتے ہیں ہماری آیتوں کا

(العنکبوت:۴۷)
مگر کفار۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًاؕ (النساء:۵۶)
بے شک جنہوں نے انکار کیا ہماری آیتوں کا ہم ڈال دیں گے انہیں آگ میں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًاۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّاۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا (النساء:۱۵۰،۱۵۱)
وہ جو اللہ اور رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان کوئی (تیسری) راہ نکال لیں۔ یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں کسی ایک کا انکار کرنا کفر ہے' اسلام اور کفر کے درمیان تیسرا راستہ اختیار کرنا یا اسلام و کفر کو اکٹھا کرنا' قرآن مجید اس کو کفر قرار دیتا ہے۔

نیز کسی ایک نبی کا انکار ایسا ہے جیسے سارے نبیوں کا انکار ہے اور اسی طرح کسی آیت کا انکار ایسا ہی ہوتا ہے جیسے قرآن کی سب آیتوں کا انکار ہے اور یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ایمان اور کفر دو ایسی حقیقتیں ہیں جو ایک دوسرے کی ضدیں ہیں اور ایمان و کفر کے درمیان نہ کوئی تیسرا راستہ ہے نہ کوئی واسطہ ہے یعنی آدمی یا مسلمان ہو گا یا کافر ہو گا تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔

نفاق کفر ہے

زبان سے دعوئ ایمان کرنا اور دل میں اسلام کا انکار کرنا نفاق کہلاتا ہے اور یہ خالص کفر ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء:۱۴۵)
تحقیق منافق جہنم کے بدترین گوشہ میں ڈالے جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور

ہوئے لیکن قرآن نے ان کے کفر باطنی کو ظاہر کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک ایک کو پہچانا اور فرما دیا کہ یہ منافق ہے۔ اب اس زمانہ میں کوئی منافق اعتقادی نہیں ہے' ہمارے سامنے جو اسلام کا اقرار کرے گا ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے جب تک اس کا کوئی فعل یا قول ایسا ظاہر نہ ہو جائے جو ایمان کے منافی ہو۔

شرک

شرک کا معنی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسروں کو شریک کرنا (شرح عقائد) مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے۔

اسلام میں کفر و ارتداد کا معیار کیا ہے؟

واضح ہو کہ کفر و ارتداد شریعت میں ایمان کی ضد ہیں اور یہ کفر و ارتداد اسی صورت میں عائد یا واقع ہوتے ہیں جبکہ اسلام کے کسی حکم قطعی سے کوئی شخص انکار کر دے اور حکم قطعی وہ ہے جس کا ثبوت قرآن کی نص قطعی سے ہو یا حدیث متواتر سے ہو اور ان احکام قطعیہ کو باشعور عوام اور خواص جانتے ہوں۔ ایسے احکام قطعیہ کو فقہاء کرام اور علماء عقائد (متکلمین) کے عرف میں ضروریاتِ دین کہتے ہیں۔

ھو مایعرف الخواص والعوام انہ من الدین کوجوب اعتقادِ التوحید والرسالۃ والصلوات الخمس و اخواتھا یکفر منکرہ.	(ضروریاتِ دین وہ امور ہیں) جن کو ان کی شہرت کی وجہ سے خواص و عوام سب ہی دین کی ضروری باتیں سمجھتے ہیں جیسے توحید' رسالت' پانچ نمازیں اور اس کے مثل

(ردالمحتار' ج ۱' ص ۲۴۴-۲۶۶) اور باتیں جن کا منکر کافر ہوتا ہے۔

ضروریاتِ دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے' ناواقفیت و جہالت کو اس میں عذر قرار نہ دیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی تاویل سنی جائے گی۔ (فتاویٰ شامی' ج ۳' ص ۳۰۹)

اصلی کافر اور مرتد و شاتم رسول کا فرق

اصل کافر وہ لوگ ہوتے ہیں جو پیدائشی کافر خاندانوں میں پیدا ہوئے ہوں اور اسی

کفری عقیدے پر عاقل بالغ ہونے کے بعد بھی قائم ہوں اور اسلام کے اندر شروع سے داخل نہ ہوئے ہوں۔ اصل کفار چند قسم کے ہیں۔

۱- ذمی کافر: جو مسلمانوں کی رعایا ہوں۔
۲- مستأمن: جو ہمارے اسلامی ملک میں امن لے کر آئیں۔
۳- حربی: جو ان دونوں میں سے تو ہوں مگر ان سے کچھ مدت کے لئے ہماری صلح ہو گئی ہو۔
۴- وہ حربی جن سے کوئی مصالحت نہیں۔

آخری قسم کے کفار کا قتل جائز اور پہلے قسموں کے کفار کا قتل حرام ہے' یہ سب اصل کفار ہیں۔

مرتد

وہ کافر ہوتا ہے جو شروع زندگی سے مسلمان خاندان میں پیدا ہوا ہو' عاقل بالغ ہو کر ایمان پر قائم ہو اور بعد میں عقل رکھتے ہوئے سارے اسلام و ایمان کا انکار کر دے یا ضروریاتِ دین کے تمام امور میں سے بعض سے رجوع و انکار کر دے تو شریعت و قانونِ اسلام میں اسے مرتد کہتے ہیں:

المرتد عرفا هو الراجع عن دين الاسلام. (المنہر الفائق)	مرتد (شرعی) عرف میں وہ شخص ہے جو دین اسلام سے پھرنے والا ہو۔

یعنی دین اسلام سے رجوع کرنے والا' دین اسلام کو چھوڑنے والا' انکار کرنے والا مرتد ہے۔

و ركن الردة اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الايمان وشرائط صحتها العقل	ردّۃ کا رکن ہے کفر کا کلمہ زبان پر جاری کرنا ایمان موجود ہونے کے بعد اور ردّۃ کے صحیح ہونے کی شرط عقل کا ہونا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری' باب احکام المرتدین)

یعنی مرتد اس شخص کو کہا جائے گا جو عقلمند اہل ایمان ہوتے ہوئے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بکے' اور کلمۂ کفر کو زبان پر جاری کر دے۔

شاتم رسول ﷺ

شاتم اور سابّ وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کی تحقیر وتنقیص کرے اور آپ ﷺ کو شتم وسبّ کرے یعنی گالیاں دے اور حضور نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچائے اور ہتک عزت کرے (نعوذ باللہ من ذلک)

نوٹ: سب کفروں سے بڑھ کر کفر شتم وسبّ رسول ﷺ ہی ہے اور یہ شتم وسبّ رسول تمام فتنوں سے بڑھ کر فتنہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی سزا وعقوبت بھی بطورِ حد ہوگی بطور تعزیر نہ ہوگی اور سب جرموں سے اہانت وسبّ رسول اللہ ﷺ بدترین جرم ہے اور شتم رسول عام کفر سے زائد جنایت وجرم ہے بلکہ یہ جرموں کا جرم ہے، اس کی سزا وعقوبت بھی بطورِ حد سب عقوبتوں سے بڑھ کر ہے لہٰذا اہانت رسول ﷺ کا مرتکب مباح الدم ہوتا ہے اور ایسے بدترین مجرم کے خون کو بہانے والا سب سے بڑا مجاہد ہوتا ہے اور گستاخِ رسول کو قتل کرنے کی نیکی سب نیکیوں سے بڑھ کر نیکی ہے اور افضل الاعمال وافضل الجہاد گستاخِ رسول کو قتل کرنا ہے۔ (الصارم المسلول، از ابن تیمیہ، ص ۲۹۱)

شاتم رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے، نبی اکرم ﷺ کی توہین وتحقیر کرنے والے کی توبہ امت مسلمہ کے نزدیک قبول نہیں ہوگی تنقیص وتحقیر کرنے والا شاتم رسول اللہ ﷺ اگر توبہ کرے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان ہوگا، خداوند کریم اس کی توبہ رد کرے یا قبول فرمائے لیکن سزا اسے ضرور دی جائے گی یعنی اسے قتل کرنا واجب اور ضروری ہوگا اور یہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ کرے اور اگر اسلامی حکومت کسی وجہ سے یہ فرض ادا نہ کر سکے تو امت مسلمہ کو یہ حق حاصل رہے گا کہ وہ شاتم رسول کو قتل کر دیں تاکہ اس عظیم فتنہ کو پھیلانے والوں سے اللہ کی زمین پاک ہو جائے اور اس فتنہ وفساد سے اہل دنیا کو محفوظ کرایا جا سکے (اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے)۔

مرتد کی سزا قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہے

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ نُفَصِّلُ	پھر اگر وہ لوگ (کفر سے) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو تمہارے

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ○

(التوبہ:۱۱-۱۲)

دینی بھائی ہیں‘ ہم اپنے احکام ان لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کر رہے ہیں جو جاننے والے ہیں لیکن اگر وہ عہد (قبول اسلام کا) کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر زبان طعن دراز کریں تو پھر کفر کے لیڈروں سے جنگ کرو کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں‘ شاید کہ وہ اس طرح باز آ جائیں۔

تشریح

اِن آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے ہیں یا اسلام پر (جو سچا دین ہے اور ہر خوبی و ہدایات کا جامع ہے اور ہر دور کے انسانوں کے لئے ضابطۂ حیات اور ذریعۂ نجات ہے) بے بنیاد‘ بیہودہ اعتراضات کا منہ کھولے تو ایسے لوگوں کا عہد اور ذمہ ٹوٹ جائے گا اور قرآن کی سیاق عبارت سے صراحت کے طور پر عہد شکنی سے مراد اقرار اسلام سے پھر جانا متعین ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اقرار اسلام کے بعد اسلام سے پھر جانا ارتداد ہوتا ہے اور ارتداد کے لیڈروں کے لئے صحیح طور پر ارشادِ ربانی متصلا ہے:

فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ (التوبہ:۱۲) تحریک ارتداد کے لیڈروں کو سب مل کر قتل کریں۔

اور اسلام میں جہاد کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کفار کو فنا کیا جائے یا انہیں جبراً مسلمان بنایا جائے بلکہ اسلامی جہاد سے مقصود یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جو سازشیں سر اٹھائیں ان کا دفاع کیا جائے اور اسلام دشمنی کے زور کو توڑا جائے۔

واضح ہو گیا کہ قرآن پاک میں ارتداد کے لیڈروں سے جنگ کرنا اور انہیں قتل کرنا حقیقی جہاد ہے اور اس جہاد یا اس جدوجہد کے لئے اہل ایمان تحریری‘ مادی‘ جسمانی قوتوں کو خرچ کرنے کے مکلف و پابند ہیں نیز کفر کے لیڈروں کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھی جائے جب تک وہ اسلام کے خلاف سازشوں سے باز نہ آئیں اور اگر مرتدین و لیڈرانِ کفر باز نہ آئیں تو مسلمان مل کر انہیں قتل کریں‘ قرآن اعلان فرماتا ہے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (النساء:۸۹)

پھر اگر وہ (اسلام سے) منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کافر' مرتد اور بد مذہب کو دلی دوست بنانا حرام ہے اگر چہ وہ کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان کہتا ہو کیونکہ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک امر کا انکار کفر و ارتداد ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ اصل کافر کے لئے اسلام یا جزیہ یا قید یا قتل ہے مگر مرتد کے لئے اسلام یا قتل ہے:

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (الفتح:۱۶)

ان پیچھے رہ گئے ہوئے بدوی عربوں کو فرماؤ کہ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں پھر اگر تم فرمان مانو گے اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر تم پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

یہ یمامہ والے قبیلۂ بنی حنیفہ کے لوگ تھے جو مسیلمہ کذاب پر ایمان لا کر مرتد ہوئے تھے۔ خلافت صدیقی میں ان سے صحابۂ کرام نے بالاتفاق جنگ کی جس میں بہت سے صحابہ کرام شہید ہوئے جن کی شہادت سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ شاید کہیں قرآن مجید کی حفاظت قائم نہ رہ سکے' اس خطرہ کے پیش نظر قرآن کریم جمع کیا گیا تاکہ کتابی شکل میں لا کر محفوظ رہے' اِن مرتدین کے ساتھ جنگ کر کے انہیں قتل کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ وہ لوگ مرتد ہو چکے تھے' ایسے مرتدوں کے لئے سزا بطور حد قتل کرنا ہے یا وہ اسلام میں داخل ہو جائیں یا انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان مرتدوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی نئے مدعی نبوت کو نبی ماننا کفر و ارتداد ہے جیسے کسی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار یا ان کی اہانت و گستاخی کفر ارتداد ہوتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے جس پر باجماع صحابہ کرام عملی صورت میں جنگ واقع ہوئی جس کے نتیجہ میں انہیں قتل کیا گیا۔

خاص نکتہ

لفظ تـولیتم سے معلوم ہوا کہ مرتدین کے ساتھ جنگ و جہاد نہ کرنے والے مجاہدین کا ساتھ چھوڑنے والے سخت عذاب کے مستحق ہیں یعنی مرتدین کے خلاف جنگ کرنے والے مجاہدین حق بجانب اور اجر حسن کے حقدار ہوتے ہیں' ان مجاہدین کے خلاف اتحاد کرنے والے افراد ہوں یا جماعتیں ہوں یا حکومتیں ہوں وہ سب سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اس آیت کریمہ کے حکم سے ضعیف الایمان لوگ عبرت حاصل کریں جو مرتدین کے حق میں شریعت اسلامیہ کے تقاضوں کو پورا کرنے سے گھبراتے ہیں یا مرتدین اور گستاخوں کے بارے میں غلط فتوے دیتے ہیں یا ضرورتِ اسلامی سے بڑھ کر نرمی و مداہنت کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں یہ بھی ہے کہ: سامری نامی شخص نے بنی اسرائیل کے بعض اہل ایمان لوگوں کو مرتد بنالیا تھا کہ اس نے خود بھی اور دوسرے لوگوں سے بھی اس بچھڑے کی عبادت کرالی تھی اور انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو چکے اور ان مرتدین کی سزا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں قتل ہی قرار پائی تھی۔ اس سزائے موت کو قرآن کریم میں بھی باقی رکھا گیا ہے' ارشاد ہے:

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ۔ (البقرہ:۵۴)	تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہی ہے اور اس آیہ کریمہ میں خودکشی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ ارتداد کی سزا یہ ہے کہ قتل کے لئے اپنے آپ کو پیش کرو اور اتداد کی سزائے موت کا انکار نہ کرو' یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

دوسرے مقام پر اہل ارتداد کے بارے میں واضح ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ	اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ	پھر کافر ہو کر مرے تو یہی وہ (بدنصیب)
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	ہیں کہ ضائع ہو گئے ان کے عمل دنیا و

وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ:۲۱۷)	آخرت میں اور یہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

احکامِ مرتدین

معلوم ہوا کہ ارتداد اتنا بڑا جرم ہے کہ اس سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں کافر اصلی کی نیکیاں اسلام قبول کرنے کے بعد قابل ثواب ہیں لیکن مرتد کی ساری نیکیاں دنیا میں اس طرح برباد ہو جاتی ہیں کہ اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے، رشتہ داروں کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کا مال، غنیمت کا مال بن جاتا ہے خاص کر اس کے قتل کا حکم یقینی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ محبت و دوستی کے سارے رشتے اور تعلقات حرام ہو جاتے ہیں اور اس کی کسی طرح کی مدد کرنا جائز نہیں رہتا اور آخرت میں اس کی ساری نیکیاں اس قابل نہیں رہ جاتی ہیں کہ ان پر کوئی جزاء دی جا سکے کیونکہ جب ایمان ہی باقی نہ رہا تو اعمال اور ان کی جزاء کب باقی رہ سکتی ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ عام مرتد جو کسی دینی ضروری امر کا انکار کردے تو اس کی توبہ دنیا میں قبول اس طرح ہو سکتی ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر دوبارہ مخلصانہ طور پر اسلام لے آئے اور آئندہ کے لئے ارتداد سے بچا رہے اور جو کچھ اس نے اسلام کے خلاف کیا ہوا سے مٹائے لیکن جو مرتد نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچائے یا آپ کی تنقیص شان کرے یا آپ پر طعن کرے یا آپ کی عیب جوئی کرے تو ایسے مرتد کا خاص حکم یہ ہے کہ اس کو قتل ہی کیا جائے گا، اس کی توبہ دنیا میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ایسے گستاخ و مرتد سے کوئی رعایت روا رکھی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی توہین و تحقیر اور آپ کی شانِ اقدس میں طعن و اذیت کو اپنی ہی شان میں توہین و تحقیر اور طعن و اذیت قرار دیتا ہے:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ. (التوبہ:۶۱)	اور ان میں کوئی وہ ہیں کہ نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں، تم فرماؤ! تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں، اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین کرتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں۔

منافقین اپنی جداگانہ محافل میں نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں جداگانہ باتیں کرتے رہتے تو بعض کہتے کہ ہوشیار رہنا ان تک تمہاری بات نہ پہنچے تو اس پر جلاس بن سوید بولا کوئی نہیں اگر ان تک بات پہنچی تو ہم اپنی گستاخی سے انکار کر دیں گے اور قسم کھا جائیں گے' وہ تو نرے کان ہیں یعنی ہر ایک کی بات مان لیتے ہیں تو اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ یہ نبی رحمت ہیں' کریم ہیں' پردہ پوش ہیں' یہ ہر بات مانتے نہیں ہیں بلکہ وہ باتوں پر پردہ ڈالتے ہیں اور اس میں تمہارا بھلا ہے ورنہ اگر عیبوں کو ظاہر کرنا شروع کر دیں تو تم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا' وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اہل ایمان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں' ان کی خاموشی بھی رحمت ہے' ان کا بولنا بھی رحمت و ہدایت ہے۔ اب اس گستاخی پر نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچی جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا مزید ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (التوبہ:۶۱)

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہ آیت صراحتہً بیان کر رہی ہے کہ رسول اللہ کو جو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اللہ نے آپ کی اذیت کو بیان کرتے وقت آپ کی صفت رسالت کو لا کر یہ واضح کر دیا کہ تم اذیت دینے والے' محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کو اذیت نہیں دے رہے ہو جو عربی قریشی و ہاشمی مکی و مدنی کی نسبتوں کے حامل ہیں۔ اگر آپ کی شان یہاں تک محدود ہوتی تو پھر آپ پر وحی نہ اترتی نہ آپ رسالت و نبوت بلکہ ختم نبوت سے سرفراز ہوتے لیکن آپ تو رسول اللہ ہیں لہٰذا میرے رسول کو جو اذیت دے گا وہ براہِ راست مجھے اذیت دے گا اور رسول اللہ کو اذیت دینا کفر ہے اور کفر پر عذاب الیم کی سزا مقرر ہے۔ رسول اللہ کو اذیت دینا کفر ہے اور اگر امت مسلمہ کے اعمال بد سے اذیت آپ کو پہنچے تو یہ کفر نہیں ہے کہ اس میں اذیت دینا نہیں پایا جاتا ہے اور اس آیت میں ایذاء کا ذکر ہے یعنی آپ کو اذیت پہنچانا کفر و ارتداد ہے۔

اب آگے متصل آیا کہ یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر ثابت کرتے ہیں کہ تمہیں راضی کر دیں مگر ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور رسول کی اذیت و محاذات و عداوت ایک ہی نوعیت اور ایک ہی مرتبہ و جہت کی ہے' ان میں سزا بھی ایک ہی طرح کی ہوگی اور اسی طرح رضا

وخوشنودی بھی ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی جہت کی ہوتی ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ (التوبہ:٦٢)

تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ اور رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

اس آیت میں یرضوہ کی ''ہ'' ضمیر واحد ہے حالانکہ پہلے اللہ اور رسول دونوں کا ذکر آیا ہے' اس سے اشارہ کر دیا کہ رسول کی رضا ہی اللہ کی رضا ہے جیسے اس رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے ''ومن یطع الرسول فقد اطاع الله اور جس نے اس خاص رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کر لی'' کیونکہ اللہ اور اس کے رسول دونوں کی اطاعت الگ الگ نہیں بلکہ دونوں کی اطاعت و رضا ایک ہی ہے اور ایک ہی نوعیت کی ہے اور اسی طرح ان دونوں کی اذیت و عداوت بھی ایک ہی مرتبہ و جہت کی ہے'

ارشاد ہے:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ۝ (التوبہ:٦٣)

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور رسول کے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

رسول کی مخالفت و عداوت اور ان کے خلاف کرنا حقیقت میں اللہ کی مخالفت و خلاف کرنا ہے کیونکہ رسول' اللہ کی نسبت سے ہوتے ہیں اور رسالت' خاص انعام الٰہی کا مرتبہ ہوتا ہے لہٰذا رسول کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے' ورنہ حقیقت میں اللہ کو کوئی نہ تو اذیت دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کی مخالفت کی مجال ہے۔ لیکن رسول چونکہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور رسول قدرتِ الٰہی کے شاہکار اور مظہر اتم ہیں تو رسول کی مخالفت اصل میں اللہ کی مخالفت قرار پاتی ہے اور اللہ و رسول کی مخالفت کی سزا یہ ہے کہ قیامت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے اور ان کی بڑی رسوائی ہوگی کہ رسول کی اذیت و عداوت سب سے بڑا کفر و ارتداد ہوتا ہے اور رسول کی اذیت کی سزا دنیا میں لعنت ہے اور آخرت میں بھی لعنت ہے اور لعنت خداوند کریم کی رحمت سے دور کر دینے کا نام ہے اور رحمت سے

دور وہی لوگ ہوتے ہیں جو کافر و مرتد ہو جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کی ادنیٰ مخالفت و اذیت بھی کفر و ارتداد ہے اور رسول کی مخالفت کا وہی درجہ ہے جو اللہ کی مخالفت کا درجہ ہے۔

حضور ﷺ کا مذاق اڑانا' توہین کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کا مذاق اڑانا اور توہین کرنا ہے اور رسول کریم ﷺ کی گستاخی کفر و ارتداد ہے۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ. (التوبہ:۶۵'۶۶)

تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی توہین اللہ کی توہین ہے۔ اصل میں منافقوں نے رسول اکرم ﷺ کی توہین کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ. (التوبہ:۶۵)

تم اللہ اور اُس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔

حضور علیہ السلام کی توہین اللہ اور اس کی آیتوں کی توہین ہوتی ہے۔ حضور کی گستاخی کفر و ارتداد ہے اگرچہ گستاخی کی نیت نہ بھی ہو' صرف استہزاء ہی کفر ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم علیہ السلام پر زبانِ طعن کو بھی اپنی ذات واجب الوجود پر طعن قرار دیا ہے اور حضور علیہ السلام کی تقسیم کو اپنی تقسیم فرمایا اور آپ کی تقسیم پر اعتراض کو اپنی ذات پر اعتراض ٹھہرایا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○ (التوبہ:۵۸'۵۹)

اور ان میں کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے' اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول' ہمیں اللہ ہی کی رغبت ہے۔

شانِ نزول

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نامی ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ انصاف کریں، اس شخص کی اس گستاخی کو دیکھ کر عمر فاروق نے اسے قتل کرنے کی اجازت چاہی، کیونکہ دربارِ رسالت سے اجازت ضروری تھی، اگرچہ حضرت عمر فاروق نے دوسرے موقع پر جبکہ ایک برائے نام مسلمان نے آپ ﷺ کے فیصلہ کو رد کیا تو آپ نے اسے اس گستاخی پر جہنم رسید کر دیا تھا اور قرآن نے آپ کے اس فیصلہ کو برقرار رکھا تھا لیکن یہاں نبی کریم ﷺ نے آپ کو منع فرما دیا چنانچہ فرمایا کہ اس شخص کی پشت سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے بڑھ کر نمازی اور قرآن خواں ہوں گے مگر وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، تو اس گستاخ رسول کے متعلق یہ آیہ مبارکہ اتری۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اگر اپنے ذاتی مجرم کو چھوڑ دیں تو آپ کو یہ اختیار حاصل ہے کیونکہ آپ اخلاقِ عالیہ پر فائز تھے۔ آپ نے اس کے عیب بیان فرما کر اسے چھوڑ دیا لیکن امت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مرتد کو سزائے موت نہ دے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق کے ارادہ قتل کو برا نہیں فرمایا تھا۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے فعل شریف پر اعتراض و طعن کرنا کفر و ارتداد ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقت میں تو اللہ ہی کو عطا و انعام اور فضل ہے لیکن رسول اکرم ﷺ چونکہ خلیفہ اعظم ہیں اور مظہر اتم تو حضور کی عطاء و انعام و فضل اللہ ہی کے ہیں اور یہاں فضل و عطاء ایک ہی قرار دیئے گئے ہیں۔

یاد رہے رسول اکرم ﷺ کی اہانت کرنا اور آپ کو اذیت دینا بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ، یہ کفر و ارتداد ہے اور حضور ﷺ کی اہانت و اذیت اللہ تعالیٰ ہی کی اہانت و اذیت ہے، ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ (الاحزاب:۵۳)	اور تمہیں نہیں (حق) پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام قطعی ہے بلکہ نکاح کا ارادہ کرنا بھی حرام قطعی ہے اس لئے کہ اس سے رسول اکرم ﷺ کو اذیت ہو گی اور آپ کو اذیت پہنچانا کفر ہے' ارتداد ہے اور اس کا سخت عذاب ہو گا کیونکہ ایسا جرم کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سخت بات و جرم ہے اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا اللہ ہی کو اذیت پہنچانا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب: ۵۸)

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں' انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

ان آیات میں رسول کی اذیت کو اللہ نے اپنی اذیت بیان فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت اللہ کی عطاء و انعام ہوتی ہے تو رسالت کی جہت سے اذیت دینا' یہ اللہ ہی کی اذیت ہے' اس کی سزا دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور دنیا کی لعنت ایسے مرتد کو قتل کرنا ہے اور عذاب مہین سے مراد ذلت کا عذاب ہے اور یہ دنیا میں مرتد کو قتل کرنا ہے' آگے اس کی تفسیر دوسری آیت میں خود آئی ہے اور قرآن پاک کی آیات کی سب سے معتبر تفسیر یہ ہے کہ ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت خود کر دے' اس اعتبار سے دنیا میں لعنت اور عذاب مہین سے مراد مرتد و گستاخ کو قتل کر دینا ہے' ملاحظہ ہو:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ○

اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ (حسد کی بیماری ہے) اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر قوت دیں گے پھر وہ مدینہ میں

مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝

(الاحزاب: ۶۰-۶۲)

تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں' اللہ کا دستور چلا آتا ہے' ان لوگوں میں جو پہلے گذر گئے اور تم اللہ کا دستور ہرگز بدلتا نہ پاؤ گے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ اللہ کے رسول کی اہانت و اذیت اللہ ہی کی اہانت و اذیت ہے اور مرتدوں پر اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ضرور ہی غلبہ اور قوت عطا فرماتا ہے چاہے برطانیہ ہو یا یورپ و امریکہ ہو یا مشرق وسطیٰ' ایشیا ہو یا رشیا ہو' گستاخی فتنہ ہوتی ہے اور فتنہ قتل سے بڑا جرم ہوتا ہے اور گستاخی کے فتنہ کو ہر حکومت پر' اہل ایمان اور اہل انصاف کے لئے دبانا' ختم کرنا ضروری ہے تاکہ عالمی امن و سلامتی پائی جائے اور مدینہ منورہ کو منافقوں سے خالی کر دینے سے واضح ہو جاتا ہے کہ عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ کوئی حکومت اور کوئی شخص گستاخانِ انبیاء کرام علیہم السلام کی کچھ بھی حمایت نہ کرے بلکہ ان کی حمایت سے دور رہیں اور گستاخوں کو اپنی زمین سے نکال دیں' کسی حکومت یا کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ گستاخوں کی حمایت کر کے عالمی امن کو خطرے میں ڈال دیں بلکہ مرتد گستاخوں کو گرفتار کر لیا جائے چاہے اسلامی ملک میں ہوں' یا کسی غیر اسلامی ملک میں ان کو لازماً گرفتار کر لیا جائے' اللہ تعالیٰ نے اینما ثقفوا فرمایا کہ روئے زمین پر جہاں کہیں بھی ہوں پکڑ لئے جائیں اور گن گن کر خوب قتل کئے جائیں۔

ان جملوں میں صرف اسلامی حکومت کو خطاب نہیں ہے بلکہ ہر اہل انصاف ایسا کر سکتا ہے اور ہر اہل ایمان گستاخوں کو سزائے موت دے سکتا ہے تاکہ ان کے فتنے سے انسانیت کو امان ملے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور رسولوں پر لوگوں کا ایمان و اعتماد کمزور نہ پڑ جائے۔

مرتد و گستاخ کو قتل کرنے کا حکم صرف اسلام میں ہی نہیں آیا ہے بلکہ پہلے دینوں میں بھی یہی دستور و قانون جاری رہا ہے۔ اگر اسلام سے قبل یہ قانون جاری رہا تو اسلام میں اس قانون پر عمل کرنے کو کیونکر معیوب سمجھا جا سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ گالیاں دینا یا اذیت پہنچانا' طعن و تشنیع

کرنا یا آپ کے محبوب بندوں اہلبیت' ازواج مطہرات وصحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دینا یا کوئی آپ کے کسی فعل شریف کو ہلکی نگاہ سے دیکھے یا آپ کے ذکر خیر کو روکے یا آپ پر عیب لگائے' اس قسم کے لوگ دنیا و آخرت میں ذلت کے عذاب کے مستحق ہوں گے اور دنیا و آخرت میں لعنت کے حقدار ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کو اذیت دینا یا اہانت کرنا' اس کی حد سزائے موت ہے اور اگر ازواجِ مطہرات اہلبیت عظام' صحابہ کرام کی شان میں براہِ راست گستاخی کرے تو ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ ان محبوبوں کی عزت رسول کریم علیہ السلام کی نسبت اور واسطہ سے ہے اور رسول کریم کی عزت بلاواسطہ ہے' آپ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عزت ملی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی رضاء واطاعت و بیعت یا اذیت کو اپنی ہی رضا و اطاعت و بیعت اور اذیت قرار دیا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کی اذیت و اہانت کی حد سزائے موت ہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دینے والا اور آپ کی شانِ اقدس میں سبّ وشتم کرنے والا مرتد واجب القتل ہوتا ہے اگرچہ وہ کلمہ اسلام کا پڑھتا ہو کیونکہ آپ کو ایذاء دینا اور آپ کی شان میں طعن کرنا اور آپ سے عداوت کرنا کفر ہے' ارتداد ہے بلکہ عام کفر سے بڑھ کر معادات اور مشاقت ہے اور یہ کفر ہے اور محاربت ہے اور یہ اہانت کفر محض سے زیادہ سخت کفر ہے تو ایسا شخص کافر ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دشمن ہے' اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محارب ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا محارب سخت قسم کا مرتد ہوتا ہے اور اسے شاتمِ رسول کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے ضرورت دین کا انکار ہی نہیں کیا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں دیں اور طعن کیا اور محاربانہ اذیت پہنچائی ہے' ایسے گستاخ کی سزا بطورِ حد صرف قتل ہی ہے' قرآن کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ۝ (المجادلہ: ۲۰)

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ رسول کی مخالفت اللہ ہی کی مخالفت ہے' اللہ کی مخالفت تو کوئی کم ہی کرتا ہو گا لیکن رسول کی مخالفت ہوتی رہی' رب نے فرمایا بس رسول کی مخالفت اصل میں اللہ ہی کی مخالفت ہے کیونکہ رسول' اللہ تعالیٰ ہی کا نائب ہوتا ہے اور رسول کی مخالفت بھی صرف

اس لیے کی جاتی ہے کہ رسول' اللہ کی توحید کی دعوت دیتے ہیں تو اس لحاظ سے رسول کی مخالفت اللہ ہی کی مخالفت ٹھہری۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول کا مخالف بڑا ذلیل انسان ہوتا ہے' دنیا میں بھی ذلیل ہو گا اور آخرت میں بھی ذلیل ہی ہو گا۔

سلمان رشدی کی ذلت عالمی سطح پر واضح ترین مثال ہے کہ حکومت برطانیہ اور کل یورپ و امریکہ نے اس کی حمایت بھی کی اور ساتھ ہی اس کی مذمت بھی کی کہ واقعی اس نے سٹینک ورسز میں توہین آمیز باتیں لکھی ہیں وغیرہ یہی اس آیت کریمہ کا زندہ معجزہ ہے کہ واقعی رسول کا گستاخ ذلیل انسان ہوتا ہے اور دنیا و آخرت میں ذلیل ہو جاتا ہے اللہ اور قیامت پر یقین رکھنے والے کبھی بھی رسول کے گستاخ کے ساتھ دوستی اور محبت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ پر ایمان بھی ہو اور ساتھ اللہ کے رسول کی تحقیر و توہین بھی کرے اور رسول کی توہین اصل میں اللہ ہی کی توہین ہوتی ہے تو گویا اللہ پر ایمان بھی رکھے اور ساتھ ہی اللہ کی توہین بھی کرے' توہین انکار کو چاہتا ہے اور ایمان اقرار کا نام ہے تو انکار اور اقرار آپس میں جمع نہیں ہو سکتے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْآ اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلہ:۲۲)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر' کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں' یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور ان کو تائید دی اپنی طرف سے روح کے ساتھ۔

معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول سے ایمان کا عقیدہ وابستہ کرنے کے بعد وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی یا محبت کا رشتہ استوار نہیں کر سکتے ہیں۔

یہ عظمت والا ایمان صحابہ کرام کا تھا کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے غزوۂ احد میں اپنے باپ جراح کو قتل کیا اور حضرت علی مرتضیٰ نے بدر میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کیا' حضرت

عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو' مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ ابن عمیر کو بدر میں قتل کیا' ابوبکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو پکارا کہ آ باپ بیٹے کے دو دو ہاتھ ہو جائیں مگر حضور ﷺ نے منع فرما دیا اور بعد میں عبدالرحمٰن ایمان لے آئے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے والا صحابہ کرام نے کبھی بھی برداشت نہیں کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فیصلہ اللہ ہی کی اطاعت اور فیصلہ ہوتا ہے' رسول کے فیصلے کا انکار کرنا کفر و ارتداد ہوتا ہے اور ایسا مرتد واجب القتل ہوتا ہے کیونکہ رسول کے فیصلے کو ٹھکرانے والا گویا کہ رسول کے فیصلے کی توہین کر جاتا ہے اور توہین رسول کی سزا سزائے موت ہوتی ہے۔

قرآن نے واضح کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا اہل ایمان کے لئے فرض ہے بلکہ شرطِ ایمان ہے جو شخص رسولوں کے فیصلے کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے' حضور کی حاکیت کو تسلیم کرنا عین ایمان ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ	اے رسول! تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں۔
(النساء: ۶۵)	

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب دو شخصوں کا جھگڑا ہوا اور وہ اپنا جھگڑا نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے' نبی اکرم نے ایک شخص کے حق میں فیصلہ فرما دیا' آپ کا یہ فیصلہ دوسرے شخص نے نہ مانا اور کہا کہ میں یہ فیصلہ حضرت عمر فاروق کے پاس لے جانا چاہتا ہوں تو اس کے دوسرے ساتھی نے کہا کہ مجھے منظور ہے' چلئے۔

چنانچہ دونوں حضرت عمر کے پاس آ گئے۔ اس دوران جس شخص کے حق میں فیصلہ ہو چکا تھا' اس نے سب سے پہلے عرض کر دیا کہ رسول اکرم نے فیصلہ میرے حق میں دے دیا ہے اور اب میرا ساتھی یہ مقدمہ آپ کے پاس لے آیا ہے' اب آپ کی مرضی آپ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ بس اتنی بات حضرت عمر نے سنی اور رسول کے فیصلے کا انکار کرنے والے سے پوچھا کہ کیا واقعی یہ حقیقت ہے تو اس نے اقرار کیا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا میں ابھی آتا ہوں چنانچہ حضرت عمر تلوار لے کر باہر آئے اور اپنی تلوار سے رسول اللہ کے فیصلے کے منکر کی گردن اُڑا دی۔

یہ سارا واقعہ قتل حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا عمر کسی مومن کو قتل نہیں کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ:

محبوبا! تیرے رب کی قسم! یہ لوگ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ماکنت اظن ان عمر یجتری علی قتل مؤمن.	میں یہ گمان ہی نہیں کر سکتا کہ عمر کسی مومن کے قتل پر جرأت کریں۔

یعنی جس کو عمر قتل کرے گا وہ حقیقت میں مومن نہ ہوگا بلکہ وہ مرتد ہی ہوگا اور پھر اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی کہ واقعی رسول کے گستاخ مرتد ہیں مومن نہیں ہیں اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے جس پر حضرت عمر فاروق نے عمل کر کے بتا دیا کہ مرتد کے قتل کرنے کے لئے کسی حکومت کا انتظار نہ کریں۔ جس اہل ایمان سے ہو سکے گستاخ مرتد کو فوراً قتل کر دے ورنہ حضرت عمر اس گستاخ کا فیصلہ دربار رسالت میں لے جاتے اور رسول کریم ﷺ سے فیصلہ کرا کر پھر قتل کرتے لیکن ایسا نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا عمر فاروق کے عمل کی تائید و تصدیق نازل فرمانا یہ دلیل ہے کہ جہاں کہیں ہو مرتد گستاخ کو قتل کرنا خداوندی فیصلہ ہے جہاں بھی ہو اسلامی حکومت ہو یا غیر اسلامی گستاخی کے فتنہ کو مٹانا ضروری ہے۔

تعظیم رسول ﷺ

یاد رہے کہ جن جن ضروریاتِ دین پر ایمان لانا ضروری اور فرض ہے ان کی تعظیم و توقیر بھی فرض ہے اور ایمان کی علامت ہے قرآن مجید کا ارشاد ملاحظہ ہو:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ○ (الفتح: ۸،۹)	بے شک ہم نے تمہیں بھیجا مشاہدہ والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔

معلوم ہوا کہ ہر وہ تعظیم جو خلاف شرع نہ ہو' حضور کی' کی جائے یعنی انہیں اللہ یا اللہ کی مثل نہ کہو باقی احترام کے جو الفاظ ملیں وہ عرض کر دیا کرو اور ہر قسم کی تعظیم و توقیر کرو' اس میں کوئی قید نہیں ہے لہٰذا آپ کی تعظیم فرض ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (المائدہ:۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا' مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت' اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

معلوم ہوا کہ بعض مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے تھے' بعض نے زکوۃ دینے سے انکار کیا' بعض نے مسیلمہ کذاب کو نبی مان لیا۔ تو یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے' ان کے خلاف زمانہ خلافت صدیقی میں باتفاق صحابہ کرام جہاد ہوا اور انہیں جہنم رسید کیا گیا لہٰذا مرتد کی سزا قتل ہے جو اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں گستاخ مرتدوں کی ذلت کا بیان ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (المجادلہ:۵)

بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذلیل کئے گئے جیسے ان سے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

صاف واضح ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی عداوت ایک ہی ہے اور ایسے گستاخ مرتدوں کے لئے ذلت والا عذاب ہوگا اور گستاخ ہمیشہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہی ہوں گے اگرچہ دنیا بھر کی سپر پاور حکومتیں ان کی پشت پناہی کریں' گستاخ اور گستاخوں کی حمایت کرنے والے سب ہی ذلیل اور عذاب دنیا و آخرت میں مبتلا ہوں گے۔

ارشاد ربانی ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (الاعراف: ۱۵۷)	تو وہ لوگ جو ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

اس سے واضح ہوا کہ حضور کی تعظیم قولاً وعملاً ہر طرح سے لازمی اور فرض ہے بلکہ ایمان کامل کا رکن ہے۔

مرتد گستاخ کا حکم احادیث سے

احادیث مبارکہ میں مرتد کے قتل کرنے کا حکم کئی طرح موجود ہے، رسول اکرم ﷺ کے گستاخ مرتد کے واجب القتل ہونے کا ذکر رسول اکرم کی ہی زبانِ اقدس سے ملاحظہ کریں، آپ کا ارشاد مبارک ہے:

من بدل دينه فاقتلوه (بخاری)	جو شخص (مسلمان) اپنا دین بدل دے تو اسے قتل کر دو۔

اس حدیث سے صریحاً ثابت ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہی ہے۔

اس حدیث کی روایت کرنے والے جلیل القدر صحابہ کرام ہیں جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وغیرہم شامل ہیں۔

کچھ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مان لیا اور صحابہ کرام پر تبرا کرنے لگے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس گئے، آپ نے انہیں پہلے توبہ کرنے کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا، آپ نے خندق کھدوا کر اس میں آگ جلوائی، پھر جلتی آگ میں ان مرتدوں کو ڈال دیا جس کے ذریعہ وہ جل کر راکھ ہو گئے۔ (مرقاۃ واشعۃ اللمعات)

معلوم ہوا کہ مرتد توبہ کرے یعنی دوبارہ مسلمان ہو کر آئندہ کے لئے توبہ کرے صرف توبہ نہیں بلکہ پہلے کلمہ اسلام بھی پڑھے کیونکہ ارتداد سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی، نوعمر عقل کے ہلکے کلام کریں گے، مخلوق کے

قول کے بہترین سے‘ ان کا ایمان ان کے گلے سے نہ اُترے گا‘ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے:

فاینما لقیتمو هم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم یوم القیمة. (متفق علیہ‘ مشکوٰۃ شریف)

تم جہاں انہیں پاؤ قتل کر دو کہ ان کے قتل میں قیامت کے دن ثواب ہے اسے جو انہیں قتل کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل دم امرء مسلم تشهد ان لا اله الا الله و انی رسول الله الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینه التارک للجماعة. (بخاری: کتاب الایۃ‘ مسلم: کتاب القسامۃ‘ ابوداؤد: کتاب الحدود)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان ہو اور شہادت دیتا ہو اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون تین جرائم کے سوا کسی صورت میں حلال نہیں‘ ایک یہ کہ اس نے کسی کی جان لی ہو اور قصاص کا مستحق ہو گیا ہو‘ دوسرا یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور زنا کر لے‘ تیسرا یہ کہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یحل دم امرء مسلم الا رجل زنی بور احصانه او کفر بعد اسلامه او النفس بالنفس.
(نسائی باب ذکر ما تحل بہ دم المسلم)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر یہ کہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو یا مسلمان ہونے کے بعد کفر کو اختیار کیا ہو یا کسی کی جان لی ہو۔

حضرت عثمان سے روایت ہے:

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسم یقول لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلث رجل کفر بعد اسلامه اوزنی بعد احصانه او

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں بجز تین صورتوں کے‘ ایک یہ کہ کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا ہو دوسرا یہ کہ اس

قتل نفسا بغير نفس. (نسائی)

نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو' اور تیسرا یہ کہ وہ قتل کا مرتکب ہو بغیر اس کے کہ اسے جان کے بدلے جان لینے کا حق حاصل ہوا ہو۔

حضرت عثمان ہی سے دوسری روایت یہ ہے:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يحل دم امرء مسلم الا باحدى ثلث رجل زنى بعد احصانه فعليه الرجم او قتل عمدا فعليه القودا وارتد بعد اسلامه فعليه القتل. (نسائی باب الحکم فی المرتد)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین جرائم کے بدلہ میں' ایک یہ کہ کسی نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا ہو' اس کی سزا سنگساری ہے' دوسرا یہ کہ عمداً کسی نے قتل کا ارتکاب کیا ہو' اس پر قصاص ہے' تیسرا یہ کہ کوئی ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو' اس کی سزا قتل ہے۔

نتیجہ

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ جو مسلمان دین اسلام کو چھوڑ جاتا ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے:

ان النبي صلى الله عليه وسلم بعثه الى اليمن ثم ارسل معاذ بن جبل بعد ذلک فلما قدم قال ايها الناس انى رسول الله اليكم فالقى له ابو موسى وسادة ليجلس عليها فاتى رجل كان يهوديا فاسلم ثم كفر فقال معاذ لا اجلس حتى يقتل قضاء الله و رسوله ثلث مرات فلما

نبی اکرم ﷺ نے ان کو (حضرت ابو موسیٰ اشعری کو) یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا' پھر اس کے بعد معاذ بن جبل کو ان کے معاون کی حیثیت سے روانہ کیا' جب معاذ وہاں پہنچے تو انہوں نے اعلان کیا لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں۔ ابو موسیٰ اشعری نے ان کے لئے تکیہ رکھا تاکہ اس سے ٹیک لگا کر بیٹھیں' اتنے

قتل قعد. (نسائی: باب حکم المرتد' بخاری: باب حکم المرتد' ابوداؤد: باب الحکم فیمن ارتد)

میں ایک شخص پیش ہوا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا' معاذ نے کہا ہرگز نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ یہ شخص قتل نہ کر دیا جائے اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ معاذ نے یہ بات تین دفعہ کہی' آخر کار جب وہ قتل کر دیا گیا تو معاذ بیٹھ گئے۔

یاد رہے کہ حضرت معاذ نے فرمایا:

انی رسول رسول الله.

بے شک میں اللہ کے رسول کا قاصد اور بھیجا ہوا ہوں۔

تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ کا ہے اور اگر یہ قتل مرتد جائز نہ ہوتا تو نبی اکرم ﷺ ضرور اس واقعہ پر تشویش فرماتے لیکن ایسا نہ کرنا دلیل ہے کہ قتل مرتد ضروری تھا حالانکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری گورنر تھے اور حضرت معاذ بن جبل وائس گورنر کی حیثیت سے تھے اور گورنر کی خطا پر تفتیش ضروری تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

کان عبد الله بن ابی سرح یکتب لرسول الله صلی الله علیه وسلم فازله الشیطن فالحق بالکفار فامربه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یقتل یوم الفتح فاستجار له عثمان بن عفان فاجاره رسول الله صلی الله علیه وسلم

عبداللہ بن ابی سرح کسی زمانے میں رسول اللہ ﷺ کا کاتب (سیکرٹری) تھا پھر شیطان نے اس کو پھسلایا اور وہ کفار سے جا ملا' جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے مگر بعد میں حضرت عثمان نے اس کے لئے پناہ مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پناہ دے دی۔

(ابوداؤد: کتاب الحدود' باب الحکم فیمن ارتد)

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے:

ان امراة ارتدت یوم احد فامر النبی صلی الله علیه وسلم ان

جنگ احد کے موقع پر (جبکہ مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی) تو ایک عورت مرتد ہو

تستاب فان تابت والا قتلت (بیہقی) گئی۔اس پر نبی علیہ نے فرمایا کہ اس سے توبہ کرائی جائے اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے:

ان امرأة ام رومان ارتدت فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بان یعرض علیها الاسلام فان تابت والا قتلت. (دارقطنی' بیہقی) ایک عورت ام رومان نامی مرتد ہو گئی تو نبی علیہ نے حکم دیا کہ اس کے سامنے پھر اسلام پیش کیا جائے پھر وہ توبہ کر لے تو بہتر ورنہ قتل کر دی جائے۔

بیہقی کی دوسری روایت میں اس طرح ہے "فابت ان تسلم فقتلت اس نے اسلام سے انکار کیا اس بنا پر قتل کر دی گئی"۔

اس روایت سے بھی واضح ہو گیا کہ مرتد اگر اسلام قبول نہ کرے تو ضرور ہی اسے قتل کیا جائے' مرتد کی سزا بطور حد کے سزائے موت ہے' یہ اسلامی قانون ہے۔

دور خلافت راشدہ پر چند نظریں

دور خلافت راشدہ میں بھی مرتدین کے لئے دو راستے ہی متعین تھے کہ یا تو وہ دوبارہ اسلام کو قبول کر لیں یا پھر قتل کئے جائیں' تیسرا راستہ کوئی نہ تھا۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ام قرفہ نامی ایک عورت اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئی' حضرت ابوبکر نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا مگر اس نے توبہ نہ کی تو حضرت ابوبکر نے اسے قتل کرا دیا۔(دارقطنی و بیہقی)

(۲) عمرو بن عاص حاکم نے حضرت عمر کو لکھا کہ ایک شخص اسلام لایا تھا پھر وہ کافر ہو گیا پھر اسلام لایا پھر کافر ہو گیا' یہ فعل کئی بار کر چکا ہے' اب اس کا اسلام قبول کیا جائے یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جب تک اللہ اس کا اسلام قبول کرتا ہے تم بھی کئے جاؤ۔اس کے سامنے اسلام پیش کرو' مان لے تو چھوڑ دو ورنہ گردن مار دو۔

(۳) سعد بن ابی وقاص اور ابوموسیٰ اشعری نے تستر کی فتح کے بعد حضرت عمر کے پاس

ایک قاصد بھیجا' قاصد نے حضرت عمر کے سامنے سارے حالات کی رپوٹ پیش کر دی آخر میں حضرت عمر نے پوچھا کوئی اور غیر معمولی بات؟ اس نے عرض کیا ہاں' اے امیرالمومنین! ہم نے ایک عرب کو پکڑا جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا پھر تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا ہم نے اسے قتل کر دیا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک کمرے میں بند کر کے دروازہ کا تیغہ لگا دیتے پھر تین دن تک روزانہ ایک روٹی اس کے پاس پھینکتے رہتے' شاید کہ اس کے دوران وہ توبہ کر لیتا پھر بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ خدایا یہ کام میرے حکم سے نہیں ہوا' نہ میرے سامنے ہوا' نہ میں اسے سن کر راضی ہوا' لیکن حضرت عمر نے اس پر حضرت سعد اور حضرت ابوموسی اشعری سے کوئی سختی نہ فرمائی اور نہ کوئی سزا تجویز کی۔ (طحاوی' کتاب السیر' موطا و بیہقی' کتاب الام للشافعی)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ مرتد کے لئے مستحب یہ ہے کہ پہلے اس کے سامنے تین روز تک اسلام پیش کیا جائے' اگر مان گیا تو چھوڑ دیا جائے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سعد اور ابوموسیٰ اشعری کا عمل بھی قانون کی حدود میں تھا گو حضرت عمر کی رائے میں توبہ کا موقع دینا زیادہ بہتر تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ بنی حنیفہ کی ایک مسجد میں کچھ لوگ شہادت دے رہے ہیں کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے پولیس بھیجی اور انہیں گرفتار کر لیا۔ جب وہ لوگ ان کے سامنے پیش ہوئے تو سب نے توبہ کر لی اور اقرار کیا کہ ہم آئندہ ایسا نہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ نے اوروں کو چھوڑ دیا مگر ان میں سے ایک شخص عبداللہ ابن النواحہ کو موت کی سزا دی۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ نے ایک مقدمہ میں دو مختلف فیصلے کیے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ یہ ابن النواحہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کی طرف سے نبی ﷺ کے پاس سفیر بن کر آیا تھا' میں اس وقت حاضر تھا' ایک دوسرا شخص حجر بن وثال بھی اس کے ساتھ سفارت میں شریک تھا' آنحضرت نے ان دونوں سے پوچھا کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ان دونوں نے جواب دیا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز

ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔

یہ واقعہ بیان کر کے حضرت عبداللہ نے کہا میں نے اسی وجہ سے ابن النواحہ کو سزائے موت دی ہے۔ (طحاوی حوالہ مذکورہ)

معلوم ہوا کہ یہ دونوں شخص پہلے مسلمان تھے بعد میں مرتد ہو کر مسلیمہ کو نبی ماننے لگے۔ نبی علیہ السلام نے سفارت کے پیش نظر ان کو چھوڑ دیا تھا ورنہ آپ انہیں قتل کرا دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا سزائے موت ہے۔

یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے، اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ماتحت کوفہ کے چیف جج تھے۔

مرتد کے قتل پر ائمہ مجتہدین کا اتفاق

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ ان کی کتاب موطا میں یوں لکھا ہے کہ زید بن اسلم سے مالک نے روایت کی کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جو اپنا دین بدلے اس کی گردن مار دو۔ اس حدیث کے متعلق مالک نے فرمایا جہاں تک ہم سمجھ سکتے ہیں، نبی علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام سے نکل کر کسی دوسرے طریقے کا پیرو ہو جاتا ہے مگر اپنے کفر کو چھپا کر اسلام کا اظہار کرتا ہے جیسا کہ زندیقوں اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا ڈھنگ ہے تو اس کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد اسے قتل کر دیا جائے اور توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ ایسے لوگوں کی توبہ کا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور جو شخص اسلام سے نکل کر علانیہ دوسرے طریقے کی پیروی اختیار کرے۔ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے، توبہ کر لے تو خیر ورنہ قتل کیا جائے۔ (باب القضا فیمن ارتد عن الاسلام)

حنابلہ کا مذہب ہے ان کی مستند کتاب المغنی میں ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی رائے یہ ہے کہ جو عاقل و بالغ مرد یا عورت اسلام کے بعد کفر اختیار کرے اس کو تین دن تک توبہ کی مہلت دی جائے، اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے اور یہی رائے حسن بصری، زہری، ابراہیم نخعی، مکحول، حماد، مالک، لیث، اوزاعی، شافعی اور اسحٰق بن راہویہ کی ہے۔ (المغنی، جلد ۱۰، ص ۷۴)

مذہب حنفی کی تصریح امام طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الاثار میں اس طرح سے

کی ہے:

قد تکلم الناس فی المرتد عن الاسلام ایستتاب ام لا فقال قوم ان استتاب الامام المرتد فھو احسن فان تاب والا قتل

(کتاب السیر' طحاوی بحث استتابۃ المرتد)

اسلام سے مرتد ہونے والے شخص کے بارے فقہاء کے درمیان اختلاف اس امر میں آیا ہے کہ آیا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے یا نہیں؟ ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر امام اس سے توبہ کا مطالبہ کرے تو زیادہ بہتر ہے پھر اگر وہ شخص توبہ کر لے تو چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔

وممن قال ذلک ابو حنیفۃ و ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیھم.

امام ابو حنیفہ' ابو یوسف اور محمد رحمتہ اللہ علیہم ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے یہ رائے اختیار کی ہے۔

وقال الاخرون لا یستتاب و جعلوا حکمہ کحکم الحربیین علی ما ذکرنا من بلوغ الدعوۃ ایاھم و من تقصیر عنھم.

اور دوسرے اہل علم کہتے ہیں کہ اس سے توبہ نہ کرائی جائے' اس کا حال حربیوں کا سا ہے جیسا کہ ہم نے ان کے دعوت اسلام اور ان کے قصور کی نسبت بیان کی ہے۔

یعنی جن حربی کافروں تک ہماری دعوت پہنچ چکی ہے' جنگ شروع کرنے سے پیشتر اسلام کی دعوت دینا غیر ضروری ہے البتہ جن کو دعوت نہ پہنچی ہو ان پر حملہ آور ہونے سے پیشتر حجت تمام کرنی ضروری ہے۔ اسی طرح جو شخص اسلام سے ناواقفیت کی بناء پر مرتد ہوا اس کو پہلے تو سمجھا کر اسلام کی طرف واپس بلانے کی کوشش کرنی چاہئے مگر جو شخص سوچ سمجھ کر اسلام سے نکلا ہو اسے توبہ کی دعوت دیئے بغیر قتل کر دیا جائے۔

امام ابو یوسف کا ایک قول اسی رائے کی تائید میں ہے چنانچہ کتاب الاملاء میں فرماتے ہیں:

اقتلہ ولا استتیبہ الا انہ ان بدرنی بالتوبۃ خلیت سبیلہ و وکلت امرہ الی اللہ (کتاب السیر طحاوی)

کہ میں مرتد کو قتل کروں گا اور توبہ کا مطالبہ نہ کروں گا' ہاں اگر وہ خود ہی جلدی کر کے توبہ کر لے تو میں اسے چھوڑ دوں گا

اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کروں گا۔

ہدایہ مذہب حنفی کی معتبر درسی کتاب ہے اس کے باب احکام المرتدین میں ہے:

اذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله عرض عليه الاسلام فان كانت له شبهة كشفت عنه.

جب کوئی شخص اسلام سے پھر جائے (العیاذ باللہ) تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے' اگر اسے کوئی شبہہ ہو تو اسے صاف کیا جائے (دُور کیا جائے)۔

لانه عساه اعترته شبهة فتزاح و فيه دفع شره باحسن الامرين الا ان العرض على ما قالوا غير واجب لان الدعوة بلغته

(ہدایہ: باب احکام المرتدین)

کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی شبہہ میں مبتلا ہو اور ہم اس کا شبہہ دور کریں تو اس کا شر ایک بدتر صورت (یعنی قتل) کی بجائے ایک بہتر صورت (یعنی دوبارہ قبول اسلام) سے دفع ہو جائے مگر مشائخ فقہاء کے قول کے مطابق اس کے سامنے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اسلام کی دعوت تو اسے پہنچ چکی ہے۔

قال ويحبس ثلثة ايام فان اسلم والا قتل و فى الجامع الصغير المرتد يعرض عليه الاسلام حرا كان او عبدا فان ابى قتل

اور مرتد کو تین دن تک بند کیا جائے' اگر اسلام لائے (تو بہتر ہے) اگر اسلام نہ لائے تو قتل کر دیا جائے اور جامع صغیر میں ہے کہ مرتد پر اسلام پیش کیا جائے آزاد ہو یا غلام ہو' پس اگر وہ انکار کر دے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

فقہ مالکی میں ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالیاں دے تو اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے۔

ومن الامور المكفرة التى لا تقبل التوبة عند المالكية سب النبى صلى الله عليه وسلم او التعريض

بعض ایسے امورِ کفر ہیں کہ جن سے توبہ قبول نہیں کی جاتی ہے فقہ مالکیہ میں' وہ نبی ﷺ کو گالیاں دینا ہے یا آپ کے مقام

بمقامه الكريم ولا ينفع فيه ان يقول انه لم يتعمد او كان غضبانا فلا يدرى او كان متهورا فى كلامه فسبق لسانه فمن وقع منه شيى من ذلك قتل حدا الا كفرا فلا يسقط عنه القتل بالتوبة والرجوع الى الاسلام لان سب النبى صلى الله عليه وسلم جزائه الاعدام حدا والحدود لا تسقط بالتوبة.

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: کتاب النکاح)

کریم پر تعریض کرنا ہے' اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ اس کے مرتکب نے قصداً نہیں کہا یا وہ غضب و غصہ کی حالت میں نہ سمجھ سکا یا وہ گفتگو میں تیز و جلد باز تھا' اس کی زبان سبقت کر گئی اور کسی طرح کے عذر ہوں تو جس کسی سے گستاخی واقع ہوگئی اسے قتل کر دیا جائے گا بطور کفر محض کے' توبہ کرنے سے اس کا قتل ساقط نہ ہوگا اور رجوع الی الاسلام سے بھی قتل معاف نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینا اس کی سزا بطور حد کے اس کو ختم کرنا ہے اور حدود توبہ کرنے سے ساقط و معاف نہیں ہوسکتیں۔

احدهما ان يقتل حدا ولا تقبل توبته كما يقول المالكية

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: کتاب النکاح)

فقہ مالکی میں ہے کہ گستاخی و توہین کرنے والے کو بطور حد کے قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ. (التوبہ:۱۲)

اور اگر وہ عہد (قبول اسلام کا) کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر زبان طعن دراز کریں تو پھر کفر کے لیڈروں سے جنگ کرو۔

یہ آیت کئی وجوہ سے بتا رہی ہے کہ دین اسلام میں طعن کرنا' اسلام میں گستاخی کرنا کفر ہے' ارتداد ہے' ایسے مرتدوں کے لئے سوائے قتل کے اور کچھ سزا نہیں ہے' ان کے لئے صرف سزائے موت ہے۔

۱- اس آیت میں آیا ہے "وان نكثوا ايمانهم اگر وہ لوگ اپنے عہد (ایمان اور اسلام) کو توڑ دیں" اور دین اسلام میں طعنے دینا شروع کر دیں اور دین اسلام کی اہانت و گستاخی کریں' ایسے ہی وہ ذمی کافر جو اسلامی اسٹیٹ میں رہتے ہیں اور

اسلامی حکومت کے امن و حفاظت میں ان کی جان و مال محفوظ ہے یا ان کو اپنے مذہبی معاملات کی پوری آزادی بھی حاصل ہے' ایسے ذمی کافر اگر اسلام کی گستاخی و اہانت کریں تو ان کا عہد اور ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے لہٰذا ایسے گستاخ مرتد' کفر و گستاخی کے پیشوا ہیں' ان کو قرآن نے ائمہ کفر کہا ہے اور ایسے کفر کے لیڈروں کو قتل کرو تا کہ گستاخی اور اہانت دین کا فتنہ ختم ہو جائے اور عالمی امن کو خطرہ بھی پیش نہ آئے' اللہ تعالیٰ کے لائے ہوئے دین حق کی عزت محفوظ رہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے نائب رسول اللہ ﷺ پر دوسرے سچے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان' اعتماد اور احترام و محبت میں کمزوری بھی پیدا نہ ہو' بندہ بالکل آزاد ہو کر اپنے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ سے باغی ہو کر اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے دوزخی بھی نہ بنائے۔ اس فلسفہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مرتد گستاخ دوسروں کے ایمان و نجات اور سلامتی کیلئے بھی بڑا فتنہ ہوتا ہے اور اپنے لئے بھی ہمیشہ کے لئے جہنمی ہونے کا چیلنج و سامان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ایسے کفر کے لیڈروں کو ختم کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت بھی نہ ہو گی اور نہ ہی کوئی مرتد دوسروں کے ایمان کو کمزور کر سکے گا۔ اصل میں مرتد کا قتل ایمان والوں کو بھی جہنم کی ہمیشہ کی زندگی سے بچا کر جنت کی ہمیشہ کی زندگی دے گا اور دنیا میں گستاخانہ ارتداد کا خاتمہ اس لئے ضروری ہے تا کہ عالمی امن محفوظ رہے۔

۲۔ اس آیت میں دو چیزوں کا بیان ہے ایک یہ کہ مسلمان ہوں یا ذمی کافر وہ دین کا احترام کریں' یہ عہد و معاہدہ سب کے لئے ضروری ہے' مسلمان کے لئے احترام دین کو اختیار کرنا فرض ہے اور دین کی ضروریات سے ہے اور ذمی کافر کو بھی امن اس لئے دیا گیا کہ وہ اسلامی ملک کے خلاف بغاوت نہ کرے۔

جب یہ عہد اتنا ضروری ہے تو اسلامی ملک کے اندر دین اسلام کے خلاف بغاوت نہ کرنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے' دونوں صورتوں میں مسلمان اور ذمی کافر دونوں پابند ہیں کہ ملک اور دین کے احترام کو قائم رکھیں۔ جب یہ معاہدہ لوگ توڑ دیں تو حکم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ملک اور دین اسلام کے لیڈر نہیں بن سکتے بلکہ اسلامی ملک اور دین اسلام کے خلاف حربی کافر کے حکم میں آ گئے' اب ان کفر کے لیڈروں کو ختم کریں تا کہ ارتداد کا فتنہ

ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اس لئے عہد توڑنے کے بعد دین میں طعن کرنے کا ذکر الگ آ گیا کہ قتل کرنے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دین اسلام کو طعنے دینا شروع کر دے، دین کی اہانت و گستاخی کرے تو یہ سب سے بڑا جرم ہے اور یہ جرم بڑا سبب ہے کہ ایسے مرتدوں کو قتل کیا جائے تا کہ دین اسلام طعن و اہانت کی زد سے نکل کر بلند تر ہو کر رہے۔

گستاخ مرتد کے قتل کرنے پر اجماع امت ہے

گستاخ مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام لانے کے بعد کسی ضروری دینی امر کا انکار بھی کرے اور انکار کے ساتھ ساتھ اس کی اہانت و گستاخی بھی کرے یعنی زبان سے کلمہ کفر بکے اور ایسا گستاخانہ انداز اختیار کرے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو، جو شخص بطور تمسخر اور ٹھٹھے کے کفر کرے گا وہ بھی مرتد ہے اگر چہ یہ کہے کہ اس کا اعتقاد کفر نہ تھا۔

ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر العناد (درمختار باب المرتد)

جس نے مذاق سے لفظ کفر کہا، مرتد ہو گیا اگر چہ کفر کا اعتقاد بطورِ استخفاف نہ رکھتا ہو پھر بھی وہ کفر عناد کی طرح ہے۔

اور مرتد لغت میں مطلقاً رجوع کرنے والے کو کہتے ہیں اور شریعت میں:

الراجع عن دين الاسلام وركنها اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان

جو شخص دین اسلام سے رجوع کرنے والا ہو یعنی دین اسلام سے پھرنے والا وہ مرتد ہوتا ہے اور ارتداد کا رکن (بنیادی رکن) ایمان کے ہوتے ہوئے کفر کا کلمہ زبان پر جاری کرنا ہے۔

اور ایمان کی تعریف یہ ہے:

هو تصديق محمد صلى الله عليه وسلم في جميع ما جاء به عن الله تعالى مما علم مجيئه ضرورة (درمختار)

اور ایمان حضرت سیّدنا محمد ﷺ کی تصدیق کرنا ہے تمام ان امور میں جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور ان کا ثبوت قطعی یقینی ہو۔

اور تصدیق کہتے ہیں:

معنى التصديق قبول القلب. واذاعانه لما علم بالضرورة انه من دين محمد صلى الله عليه وسلم بحيث تعلمه العامة من غير افتقار الى نظر و استدلال كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء و وجوب الصلوة والزكوة و حرمة الخمر و نحوها (ردالمحتار باب المرتد)

تصدیق کا معنی دل سے قبول کرنا ہے۔ یعنی تصدیق کا معنی دل سے قبول کرنا اور اس کا اذعان و یقین یہ ہے کہ آدمی واضح طور پر جانے کہ یہ دین محمد ﷺ سے ہے اور ہر عام باشعور آدمی اسے جانتا ہو کہ یہ دین اسلام سے ہے اور اس جاننے میں کسی غور و خوض اور دلیل کا محتاج نہ ہو جیسے توحید' نبوت' قیامت میں اٹھنا اور جزاء' نماز کا اور زکوٰۃ کا واجب ہونا اور شراب کا حرام ہونا وغیرہ امورِ ضروریاتِ دین سے ہیں' ان کو دل سے قبول کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے اور ان ضروریاتِ دین کا انکار کرنا ارتداد ہے۔

یاد رہے کہ اگر اصلی کافر بھی نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دے' اہانت کرے گو کہ وہ عورت ہو تو اسے بھی قتل کرنے کا حکم ہے کہ یہ اہانت ہے جو ارتداد کا اعلیٰ فرد ہے۔

نعم قد يقتل الكافر ولو امراة اذا اعلن بشتمه صلى الله عليه وسلم (ردالمحتار باب المرتد)

کافر کو بھی قتل کیا جائے گا اگرچہ عورت ہو جب وہ نبی ﷺ کو کھلے عام گالیاں دیں۔

والمرتد يقتل لان كفره اغلظ. (ردالمحتار)

اور مرتد کو قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس کا کفر زیادہ سخت ہے۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اصل کافر سے اتنا زیادہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچ سکتا جتنا زیادہ نقصان مرتد سے پہنچ سکتا ہے کیونکہ اسلام میں آ کر پھر اسلام سے نکل کر زیادہ سخت ہو جاتا ہے اور اہل ایمان کے ایمان کو کمزور بنانے کا باعث بنتا ہے اور اسلام دشمنی میں زیادہ دلیر ہو جاتا ہے لہٰذا ایسے مرتد کا قتل ضروری ہو جاتا ہے۔

فظاهره انه يقتل مطلقا و هو موافق لما افتى به الخير الرملى

پس ظاہر کلام یہ ہے کہ شاتم رسول کو مطلقاً قتل کر دیا جائے اور یہ خیر الرملی کے فتوے

والحق انه يقتل عندنا اذا اعلن بشتمه عليه الصلوة والسلام.

کے موافق ہے اور حق یہ ہے کہ شاتم رسول کو ہمارے نزدیک قتل کیا جائے جب وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھلے عام گالیاں دے۔

اور اگر عورت ایسا کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا' اس پر امام محمد نے سیر کبیر میں دلیل بیان کی ہے:

جآء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم و قال سمعت امرأة من يهود و هى تشتمك والله يا رسول الله انها لمحسنة الى فقتلتها فاهدر النبى صلى الله عليه وسلم دمها (ردالمحتار)

ایک مرد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے ایک یہودی عورت کو سنا کہ وہ آپ کو گالیاں دے رہی تھی' اللہ کی قسم یارسول اللہ! میرے ہاں وہ اسی قابل تھی کہ میں نے اسے قتل کر دیا تو نبی نے اس عورت کے خون کو رائیگاں فرما دیا۔

حالانکہ حربی کافروں کی عورتوں کو لونڈیاں بنانے کا حکم ہے لیکن اس حکم کے عموم سے وہ حربی عورتیں الگ سمجھی جائیں گی جو اعلانیہ رسولِ اکرم ﷺ کو گالیاں دیں' ان کا حکم قتل ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اہل ایمان جب یہ یقین کر جائیں کہ فلاں شخص گستاخِ رسول ہے تو اسے ایمانی غیرت کی بناء پر قتل کرنے کی اجازت ہوتی ہے وہاں فتوؤں اور مظاہروں یا اسلامی حکومت کے اعلان کا انتظار نہ کرے' یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔

کفریہ کلمات کو زبان سے کہنے کا معیارِ فقہی

ثم قال فى البحر والحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هازلا ولا عبا كفر عندالكل و من تكلم بها مخطئا او مكرها لا يكفر عندا لكل ومن تكلم بها عامدا عالما كفر عندا الكل و من تكلم بها اختيارا جاهلا بانها كفر ففيه اختلاف.
(ردالمحتار)

بحر الرائق میں فرمایا: خلاصہ یہ ہے کہ جس نے کفریہ کلمہ مذاق اور کھیل کے طور پر کہا تو کافر ہو جائے گا' یہ سب فقہاء کے نزدیک ہے اور جس نے غلطی د خطاء یا مجبوری کی حالت میں کفریہ کلمہ زبان سے بولا تو وہ سب کے نزدیک کافر نہ ہو گا اور جس نے قصداً جانتے ہوئے کہ یہ کلمہ کفریہ ہے پھر بھی زبان سے بولا تو سب کے

نزدیک کافر ٹھہرے گا اور جس نے کلمہ کفر اختیار سے بولا اور نہ جانتے ہوئے کہ یہ کفر کا کلمہ ہے تو اس میں اختلاف ہے۔

یعنی بعض کے ہاں کافر ہوگا اور اس کا جاہل ہونا معتبر نہ ہوگا اور بعض کے نزدیک اسے بتایا جائے گا کہ یہ کلمہ کفریہ ہے' بتانے کے باوجود توبہ نہ کی تو کافر ہو جائے گا اور اگر توبہ کر گیا تو: **لا تقبل توبتهم اصلا** (ردالمختار) ملحد و زندیق کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی۔

من تكررت ردته و ساب النبي صلى الله عليه وسلم وساب الشيخين (ردالمختار)

اور توبہ قبول نہ کی جائے گی جس کی ردّ بار بار ہو چکی ہو اور نبی ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے والے کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی بلکہ قتل کیے جائیں گے۔

وكل مسلم ارتدفتوبته مقبولة الا جماعة من تكررت ردته على مامر و الكافر بسب نبي من الانبياء فانه يقتل حدا ولا تقبل توبتهم مطلقا (درمختار)

ہر وہ مسلمان جس نے ارتداد کو اختیار کیا تو اس کی توبہ قبول مگر وہ جماعت (چند لوگ) جن کا ارتداد مکرر ہو چکا ہو جیسا کہ گزرا اور کافر کسی نبی کو گالی دینے سے تو بلا شک اسے بطور حد کے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

يعني ان جزاء القتل على وجه كونه حدا ولذا عطف عليه قوله ولا تقبل توبته لان الحد لا يسقط بالتوبة فهو عطف تفسير و افاد انه حكم الدنيا اما عند الله تعالى فهي مقبولة كما في البحر. (ردالمختار)

شاتم رسول کی سزا قتل بطورِ حد ہے اسی لئے ساتھ لائے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ حد توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی تو قتل کرنے کی تفسیر یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور توبہ کا قبول نہ ہونا' اس لیے یہ دنیاوی حکم بتا دیا مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک توبہ قبول ہوگی۔ جیسا کہ بحر میں ہے۔

یاد رہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ شاتم رسول توبہ کرنے سے قبل واجب القتل

ہے اور اس کا حکم مرتد کی طرح ہے' اگر مرتد توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے اور اگر ارتداد پر اصرار کرے تو بالاتفاق واجب القتل ہے۔

بعض ائمہ حنیفہ کا کہنا ہے کہ شاتم رسول کا حکم مرتد کے حکم کی طرح ہے قبل از توبہ واجب القتل اور توبہ کرنے پر ان کی توبہ قبول ہوگی لیکن بزازیہ اور فتح القدیر وغیرہما فقہاء حنیفہ فرماتے ہیں کہ شاتم رسول کو قتل کیا جائے' اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔

کل من ابغض رسول الله صلی الله علیه وسلم بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولی ثم یقتل حدا عندنا فلا تعمل توبته فی اسقاط القتل

(فتح القدیر' امام ابن ہمام حنفی' ج ۴' ص ۴۰۷)

ہر وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے دل میں بغض رکھا وہ مرتد ہو جاتا ہے تو جو گالیاں دینے والا ہو وہ تو بطریق اولیٰ (مرتد) ہے پھر اسے بطورِ حد قتل کیا جائے گا پس اس کی توبہ کوئی کام نہیں کرے گی قتل ختم کرنے میں۔

وقد منا انه لا تقبل توبة الساحر والزندیق فی ظاهر المذهب.

(فتح القدیر)

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ساحر (جادوگر) اور بے دین کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی ظاہر مذہب میں۔

معلوم ہوا کہ شاتم الرسول کو قتل کرنا ہی سزا بطور حد متعین ہے' اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی' اگر زندیق بے دین اور جادوگر کی توبہ قبول نہیں کی جاتی ہے تو شاتم رسول کی توبہ کیونکر قبول ہو؟ تعجب ہے کیا جادوگر اور بے دین زیادہ بدتر کافر ہوتے ہیں' شاتم رسول کے کفر ارتداد سے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ شاتم رسول ہر لحاظ سے بدتر مرتد ہے جو کئی طرح کے فسادات کا باعث ہوتا ہے' قرآن پاک میں ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ.

مشرک اور منافقوں کو قتل کرو اور ان پر سختی کرو۔

ایسے ہی حدیث بخاری میں ہے:

من بدل دینه فاقتلوہ.

جو دین اسلام چھوڑے اسے قتل کرو۔

عقائد ہمیشہ قرآن پاک کے نصوص سے لئے جاتے ہیں اور ارتداد و اہانت رسول کا

حکم قرآن پاک میں واضح طور پر موجود ہے اور صحیح احادیث میں ان کی تائید و توضیح عملاً وارد ہے لہٰذا شاتم رسول کے حق میں سزائے موت کا تعین صراحت سے ثابت ہے۔

سٹینک ورسز کا مصنف سلیمان رشدی بلا شک وشبہہ اپنے ارتداد پر بار بار اصرار کر چکا ہے اور ایک سال سے اپنے موقف پر قائم ہے اور اس کے بیان کے مطابق وہ اس سے بھی زیادہ سخت تر لکھنے والا تھا تاکہ مسلمان لیڈروں کو دکھائے کہ وہ کتنا سخت لکھ سکتا ہے۔

تعجب ہے کہ بعض فقہاء عام مرتد کو زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہلت دینے کو مستحب سمجھتے ہیں اور اگر توبہ نہ کرے اور جس وجہ سے وہ مرتد ہو چکا ہے' اس ضروری دینی امر کو تسلیم نہ کرے تو اسے قتل کرنا ہی ضروری ہو جاتا ہے اور سلیمان رشدی اپنے ارتداد پر ابھی تک اصرار کے ساتھ قائم ہے پھر بھی کمزور علم وایمان والے اسے مہلت دینے کی بات کرتے ہیں جبکہ شاتم رسول کے لئے تو مہلت یا قبول توبہ کی بھی ایسی اجازت نہیں ہے کہ جس سے قتل معاف ہو جائے۔ اسلام میں کم درجے کے جرائم اور بغاوت والحاد و زندقہ و سحر وغیرہا پر تو قتل ضروری ہے اور بدتر اور غلیظ ترین ارتداد شتم رسول پر قبول توبہ کو اختیار کرنا کسی طرح مناسبت نہیں رکھتا ہے' نہ عقل سلیم اس فیصلہ کو قبول کرتی ہے۔ مقام نبوت کی عظمت اگر محفوظ نہ رہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی عظمت کیونکر باقی رہ سکے گی کیونکہ رسالت و نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مرتبہ ہوتا ہے جو وہ اپنے انتخابِ خاص کے ذریعے عطا فرماتا ہے جس میں انسان کے کسب وسعی کو دخل واثر بالکل نہیں ہوتا' صرف اور صرف عطاء الٰہی کا نتیجہ وفیضان ہوتا ہے۔

نبوت ورسالت کوئی اکتسابی شے نہیں کہ جو مجاہدوں اور ریاضتوں وغیرہ سے حاصل ہو سکے' محض حق تعالیٰ شانہ کا عطیہ ہے:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام: ۱۲۴)	اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں رکھے اپنی پیغمبری کو۔
رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ○ یَوْمَ ھُمْ بٰرِزُوْنَ (المومن: ۱۴'۱۵)	وہ بلند مرتبوں والا اور عرش کا مالک ہے' ڈالتا ہے روح اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن (قیامت) سے جس دن وہ

ظاہر ہوں گے۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (آل عمران:۷۴)

(اور اللہ) خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

معلوم ہوا کہ رسالت خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ کی عطاءِ محض سے نصیب ہوئی ہے جس کو اللہ نے چاہا تھا اسے نبوت عطا فرما دی اور رسالت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پیارے انبیاء کرام علیہم السلام کے درجوں کو بلند فرما دیا ہے اور یہ رسالت اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ. (الحج:۷۵)

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔

عادت قدیمہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے جس جس کو چن لیا ہے' آئندہ کے لئے خاتم النبیین ارشاد فرما کر نئی نبوت و رسالت کا خاتمہ فرما دیا۔ انبیاء کرام پر فرشتے وحی لانے کے لئے رسول مقرر ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام وحی لیتے رہے اور انسانوں کو ہدایات دیتے رہے اور دین کی مدد فرماتے رہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معارج القدس میں لکھا ہے کہ جس طرح نوع انسان کی انسانیت اور نوع ملائکہ کی ملکیت کسبی نہیں ہے ایسے ہی نوع انبیاء کرام رسل عظام علیہم السلام کی نبوت و رسالت بھی کسبی نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ رسالت و نبوت محض فضل الٰہی ہے اور رسول کی بعثت سے پورا دین ملتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ (الفتح:۲۸)

اللہ وہ ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

معلوم ہوا کہ دین حق رسول سے ملتا ہے اور رسول سے دین تب ملے گا جب رسول پر ایمان لا کر ان کی اطاعت کو اختیار کیا جائے اس لیے کہ بغیر رسول کی اطاعت کے دین نہیں ملتا ہے کیونکہ رسول کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی اطاعت اختیار کر کے رسول سے دین حاصل کیا جائے' ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ (النساء:٦٤) اور ہم نے رسول کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔

اور رسول کی پیروی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پیروی قرار دیا ہے۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:٨٠) اور جس نے رسول کی پیروی کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت سے دین بھی ملتا ہے اور اللہ کی اطاعت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ ملحد و زندیق، ساحر، باغی اور قاتل ناحق وغیرہم جب قتل کے مستحق ہوتے ہیں تو یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے دینداری کی بجائے بے دینی اور گناہ کبائر کو اختیار کیا اور یہ سارے جرائم رسول کی نافرمانی میں ہو جاتے ہیں تو اصل میں رسول کی ذات قرار پائی اور دینداری رسول کی اطاعت کا نام ہے، تو جب ان جرائم میں قتل کرنا جائز بلکہ ضروری ہو جاتا ہے تو رسول کی گستاخی کرنے والا اور اذیت دینے والا کیونکر واجب القتل نہ ہوگا بلکہ شاتم رسول اس ارتدادِ خاص کی بناء پر سزائے موت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

شانِ مصطفیٰ اور آپ کی تعظیم و توقیر

حضور نبی اکرم ﷺ ساری کائنات کے لئے رحمت عامہ ہیں اور یہ مقام اعلیٰ کریم رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ○ (انبیاء:١٠٧) اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر سارے جہانوں کیلئے۔

اسی رحمت کی وجہ سے مشرکین اور کفار عرب کے دشمنوں نے باوجود اس کے کہ عذاب کا مطالبہ کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما لیا تھا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ (انفال:٣٣) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔

معلوم ہوا کہ آپ کی رحمت عامہ سے دشمنوں نے بھی فائدے اٹھائے۔

آپ کی رسالت بھی عام تھی، ہر دور اور ہر زمانہ میں ہر ملک کے انسانوں وغیرہ کو

شامل ہے' ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ○ (سبا:٢٨)

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام لوگوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اپنے محبوب ﷺ کے منصب کی تشہیر میں منعم حقیقی کا فرمان ہے:

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ○ (الاعراف:١٥٨)

تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔

معلوم ہوا کہ آپ کی رحمت عامہ اور رسالت عامہ محض اللہ کی عطا ہے اور آپ پر ایمان لانا ضروری ہے اور آپ پر ایمان لانے سے ہی رحمت کے حصول کا استحقاق ملے گا' گویا آپ سے ایمان اور رحمت دونوں نعمتیں ملتی ہیں:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. (الفتح:٨'٩)

بے شک ہم نے آپ کو شاہد' مبشر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا (تاکہ آپ انہیں اللہ سے ڈرائیں) تاکہ لوگ اللہ اور حضور علیہ السلام پر ایمان لائیں اور رسول علیہ السلام کی تعظیم وتوقیر کریں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (الحجرات:١'٢)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر سبقت نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا' جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آواز رسول علیہ السلام کی آواز پر بلند نہ کرو۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (النور:٦٣)

رسول علیہ السلام کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ کہو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ اس بات کو واضح کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی عزت وتوقیر کو لازم فرمایا ہے اور آپ کے اعزاز واکرام کو ضروری قرار دیا ہے۔

حضور ﷺ کی بارگاہ میں ذو معنیین کلمہ کہنے کی ممانعت

حضور ﷺ کے لئے ایسے کلمہ کے استعمال سے منع کیا گیا ہے جس کے معنی میں ذم کا پہلو نکلتا ہو اور اسی احتیاط کے مدنظر یہ آیت نازل ہوئی:۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا (البقرہ:۱۰۴)

اے ایمان والو! (حضور علیہ السلام) کو راعنا (ہماری رعایت کرنے والے) کہہ کر مخاطب نہ کرو۔

راعنا کا معنی انصار مدینہ کے محاورہ میں رعایت مانگنے کے لئے استعمال ہوتا تھا جو عین ادب ہے لیکن باوجودیکہ اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اگر آپ ہماری رعایت نہ کریں گے تو اس کے بدلہ میں ہم بھی آپ کی رعایت نہ کریں گے اور یہ پہلو شانِ رسالت کے لائق نہیں تھا۔ دوسرا معنی یہود مدینہ اس کلمہ سے رعونت وحماقت مراد لیتے ہیں جس میں تنقیص شانِ رسالت بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرما دیا کہ کسی ایسے کلمے سے حضور کو مخاطب نہ کرو جس میں ذم کا شائبہ بھی ہوتا ہو اور مشارکت لفظی کی وجہ سے دشمنانِ اسلام ورسالت اپنے مطلب کے معنی نکال سکیں۔

یہود مدینہ کی طرح پندرھویں صدی ہجری ۱۹۸۸ء کا برطانوی گستاخ رسول، دجال سلمان رشدی بھی یہودی کردار کو یہود کے تعاون سے ادا کر کے ہمیشہ کے لئے جہنمی بن گیا' اس کے دنیا و آخرت دونوں لعنت وعذاب ثابت ہوں گے اگرچہ عارضی طور پر برطانیہ اور تمام یورپ اور ساتھ ہی امریکہ نے رشدی کی حفاظت اور حمایت کا اعلان کیا ہے اور اسے تحریری آزادی کا قانونی سرٹیفکیٹ دیا ہے لیکن رشدی کی حمایت عدل وانصاف اور آسمانی دینوں بلکہ اخلاق انسانی اور شرافت کے سراسر خلاف اور بدترین مذمت کے لائق ہے۔

علماء اسلام کی طرف سے شاتم رسول کو قتل کرنے کا فیصلہ بطورِ حد دیا گیا

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

اجمعت الامة علی قتل متنقصه من المسلمین وسابه.

اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ میں نقص نکالنے والے اور گالیاں دینے والے مسلمان کو قتل کر دیا جائے۔ (شفاء شریف ج ۲، ص ۲۱۱)

واما الکافر اذا تنقصه اوسبه قال بعضهم یقتل.

اور بہرحال کافر شخص آپ میں نقص نکالے یا آپ کو گالیاں دے تو بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اسے قتل کیا جائے۔

(شرح شفاء شریف لملاعلی قاری)

(وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله) بنوع من الاذی لا فی حیوته ولا بعد مماته (ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا) ای لا بعد وفاته ولا بعد فراقه لها دخل بها ام لا تعظیما لقدره و تفخیما لامره (ان ذلکم) ای الاذی من قبلکم (کان عند الله عظیما) ای ذنبا جسیما.

(اور تمہیں لائق نہیں کہ تم رسول اللہ کو اذیت دو) کسی قسم کی اذیت نہ آپ کی حیات میں اور نہ آپ کے وصال کے بعد اور نہ تمہیں یہ حق ہے کہ تم آپ کی ازواج کے ساتھ نکاح کرو آپ (کے وصال) کے بعد ہمیشہ کے لئے یعنی آپ کے وصال کے بعد اور آپ کے فراق کے بعد چاہے آپ نے مباشرت فرمائی ہو یا نہ' یہ (حکم) آپ کی قدر کی تعظیم کے لئے اور آپ کے امر و شان کی عزت کی خاطر ہے' بے شک یہ اذیت تمہاری طرف سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو اذیت دینا کفر و ارتداد ہے اور آپ کو گالیاں دینا بھی ارتداد ہے' اس کی حد سزائے موت ہے۔

حضور ﷺ کو اذیت دینا جیسے آپ کی ظاہری حیات میں کفر ہے ایسے ہی بعد وصال بھی ارتداد ہے' حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے' امت کے لئے آپ کی حیات اور بعد الوصال دونوں حالتوں میں کیونکہ اس سے بھی نبی اکرم ﷺ کو اذیت پہنچتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا گناہ ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اذیت دینا بلاواسطہ اور بالواسطہ' ہر حال میں حرام ہے اور آپ کو تکلیف کا پہنچنا اس لئے حرام ہے کہ آپ عالم برزخ کے اندر بھی اعلیٰ حیاتِ حقیقی کے ساتھ موصوف ہیں۔

(اعلم وفقنا الله و اياک ان جميع من سب النبی صلی الله عليه وسلم) ای شتمه او عابه او الحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دينه او خصلة من خصاله او عرض به او شبهه بشیی علی طريق السب له اولازراء عليه او التصغير لشانه او الغض منه او العيب له فهو ساب له والحکم فيه حکم الساب يقتل. (شفاء ج ۲ ص ۲۱۴ الصارم المسلول ص ۵۲۵ طبع بيروت)

جن کلمات سے حضور ﷺ میں نقص کا پہلو نکلتا ہو مثلاً جس شخص نے حضور ﷺ کو برملا گالی دی یا ایسے کلمات کہے جو عیب جوئی کے لئے استعمال ہوتے ہوں یا ان الفاظ سے آپ کی ذاتِ اقدس' آپ کے مبارک دین' اُسوہ یا خصائل میں سے کسی خصلت کو زک پہنچتی ہو یا ذاتِ نبوی پر کسی قسم کی تعریض کرے یا اسی قسم کے اور دوسرے الفاظ استعمال کرے تو ایسے تمام الفاظ سب وشتم میں شمار ہوں گے اور ایسے الفاظ کہنے والے کے لئے وہی حکم ہے جو اہانت نبی کریم کرنے والے کے لئے ہے یعنی واجب القتل ہے اور ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے اور نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں خواہ صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً یا کنایۃً توہین ہو۔

چند کلماتِ توہین ذکر کرنے کے بعد قاضی عیاض دوبارہ مرتد گستاخ کے حکمِ قتل پر علماء کرام کا اجماع صحابہ کرام کے دور سے لے کر اپنے دور تک بلا تفریق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

(وهذا کله اجماع من العلماء) من المفسرين و المحدثين (وائمة الفتوی من المجتهدين) من لدن الصحابة رضی الله تعالی عنهم اجمعين الی هلم جرا ای الی يوم قال القاضی (ابوبکر بن المنذر)

ایسا ہی طرزِ عمل اس شخص کے ساتھ روا رکھا جائے گا جو حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر لعنت کے الفاظ استعمال کرے یا حضور کے حق میں بددعاء کرے یا ایسے کلمات آپ سے منسوب کرے جو آپ کے شایانِ شان نہیں یا آپ کے نقصان کا

محمد بن ابراھیم النیسابوری (اجمع عوام اھل العلم) ای کلھم (علی ان من سب النبی صلی الله علیه وسلم یقتل) (شرح الشفاء لملاعلی قاری)

خواہاں ہو، وغیرہا کلماتِ کفر پر اجماع نقل کر کے فرماتے ہیں) اور ان مذکورہ الفاظ پر علماء کا اجماع ہے، مفسرین، محدثین اور ائمہ فتوی مجتہدین صحابہ کرام کے دور سے لے کر اس دور تک کہ گستاخ مرتد واجب القتل ہے۔

ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ تمام اہل علم مثلاً امام مالک، امام احمد، امام لیث، امام اسحٰق اور امام شافعی وغیرہم کا اجماع ہے اس بات پر کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے وہ واجب القتل ہے۔

وھو مقتضی قول ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ولا تقبل توبته عند ھؤلآء المذکورین.

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی بھی یہی ہے، ان علماء کے نزدیک ایسے گستاخ کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی شاتم النبی صلی الله علیه وسلم المتنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب الله تعالی له و حکمه عند الامة القتل و من شک فی کفره و عذابه کفر.
(الشفاء ج ۲ ص ۲۱۵، ۲۱۶۔ ردالمختار ج ۳، ص ۳۱۷)

حضرت محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یا ان کی ذات میں نقص تلاش کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذابِ الٰہی کی وعید وارد ہے اور امت مسلمہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ یہ شخص واجب القتل بھی ہے اور اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ ایسے دریدہ دہن اور گستاخ کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔

امام مالک کے حوالہ سے کتاب ابن حبیب میں مبسوط عتبیہ اور کتاب ابن سحنون کے ذریعہ سے نقل کیا ہے کہ جو (نام نہاد) مسلمان نبی علیہ السلام پر سب دشتم کرے اس کی توبہ قبول نہ کی جائے بلکہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ عتبیہ میں ابن قاسم نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی کا مرتکب ہو یا آپ کی ذاتِ اقدس کی

برائی کرے گالی دے یا کسی اور قسم کا کوئی عیب لگائے یا حضور علیہ السلام کی شان گھٹانے کی کوشش کرے علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

وحکمه عند الامة القتل کالزندیق

شاتم رسول کا حکم ائمہ مالکیہ کے نزدیک قتل ہے جیسے زندیق کا حکم ہے۔

والحاصل انه لاشک ولا شبهة فی کفر شاتم النبی صلی الله علیه وسلم وفی استباحة قتله وهو المنقول عن الائمة الاربعة

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالیاں دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، چاروں ائمہ کرام سے یہی منقول ہے۔

(فتاویٰ شامی، ج ۳، ص ۳۲۱، الصارم المسلول، ص ۴)

کل من ابغض رسول الله صلی الله علیه وسلم بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولی ثم یقتل حدا عندنا. (فتح القدیر (ابن ہمام) ج ۴، ص ۴۰۷)

جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ کو گالی دینے والا بطریق اولیٰ مستحق قتل ہے۔

ایما رجل مسلم سب رسول الله صلی الله علیه وسلم او کذبه اوعابه او تنقصه فقد کفر بالله و بانت منه زوجته.

(کتاب الخراج امام ابو یوسف، ص ۱۸۳، فتاویٰ شامی، ج ۴، ص ۲۳۸، بحث سب الشیخین مطبوعہ بیروت)

وقال ابو سلیمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلین اختلف فی وجوب قتله اذا کان مسلما.

(الشفاء، ج ۲ ص ۲۱۶، فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۴ ص ۴۰۷، الصارم المسلول، ص ۴۰۲)

امام ابو سلیمان خطابی نے فرمایا جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سب کا مرتکب ہو تو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مذہب حنفی کے امام ہیں وہ اپنی کتاب الخراج میں تحریر فرماتے ہیں:

ایما رجل مسلم سب رسول الله صلی الله علیه وسلم او کذبه

جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی

اوعابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالی و بانت منه امرا ته

نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اور اس کی بیوی (منکوحہ) اس کے نکاح سے نکل گئی۔

اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کی تنقیص و توہین کرنے والا مسلمان کافر و مرتد ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے' اس طرح جو مسلمان مرد یا عورت' عاقل' بالغ ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا انکار کر دے تو وہ قطعاً یقیناً اجماعاً کافر و مرتد ہے' جو اسے کافر و مرتد نہ سمجھے وہ خود کافر ہے۔

اجمع المسلمون على ان شاتمه صلى الله عليه وسلم و من شک فی عذابه و کفره کفر

(شفاء' بزازیہ' درروغرر و فتاوی خیریہ وغیرہ)

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانہر اور درِمختار میں ہے:

والفظ له الكافر بسب نبی من الانبیاء لا تقبل توبته مطلقا و من شک فی عذابه و کفره کفر

جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب سے کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے عذاب یا کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

صاحب شفاء مزید نقل فرماتے ہیں:

قال ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبی صلى الله عليه وسلم يقتل قال ذلک مالک بن انس والیث واحمد و اسحق و هو مذهب الشافعی قال القاضی ابو الفضل وهو مقتضى قول ابی بکر الصدیق

امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا عامہ علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو سب کرے (یعنی گالیاں دے) قتل کیا جائے گا۔ انہی میں سے مالک بن انس' لیث' احمد' اسحق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا

رضی اللہ عنہ ولا تقبل توبتہ عند ھؤلاء و بمثلہ قال ابوحنیفۃ واصحابہ والثوری و اھل الکوفۃ والاوزاعی فی المسلمین لکنھم قالوا ھی ردۃ (شفاء ج ۲ ص ۲۱۵)

یہی مقتضی ہے (پھر فرماتے ہیں) اور ان ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ ان کے شاگردوں' امام ثوری' کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے' ان کے نزدیک یہ ردّت ہے۔

و قال من کذب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان حکمہ عند الامۃ القتل.

محمد بن سحنون نے فرمایا جس نے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا یعنی آپ کی طرف جھوٹ کی نسبت کی اس کا حکم سب امت کے نزدیک قتل ہے۔

شفاء شریف شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المواقف لا یکفر اھل القبلۃ الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ او المجمع علیہ کاستحلال المحرمات.

مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا مگر جب ضرورت دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں۔ جیسے حرام کو حلال سمجھنا۔

یعنی ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات منافیٔ ایمان نہ کرے۔

وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیء من امارات الکفر و علاماتہ و لم یصدر عنہ شیی من موجباتہ. (شرح فقہ اکبر)

اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت و نشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ

ضروریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات میں بسر

علی الطاعات کما فی شرح التحریر

کرے جیسا شرح تحریر امام ابن الہمام میں فرمایا۔

واذا عاب الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شیی کان کافرا وکذا قال بعض العلماء لو قال لشعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شعیر فقد کفر وعن ابی حفص الکبیر من عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشعرۃ من شعراتہ الکریمۃ فقد کفر و ذکر فی الاصل ان شتم النبی کفر.

(فتاویٰ قاضی خان، ج ۴، ص ۸۸۲، طبع نولکشور)

جب کوئی کبھی نبی ﷺ کی کسی چیز میں عیب لگائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور ایسے ہی بعض علماء نے فرمایا، اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو شعر کی بجائے (بصیغہ تصغیر) شعیر کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام ابوحفص کبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ حضور کو گالی دینا کفر ہے۔

ولا خلاف بین المسلمین ان من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک فھو ممن ینتحل الاسلام انہ مرتد یستحق القتل.

(احکام القرآن للجصاص، ج ۳، ص ۱۰۶)

کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت کی اور آپ کو ایذاء رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے، وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ علیہ السلام کی توہین کرنے والا اور آپ کو ایذاء دینے والا واجب القتل ہے اور گستاخ رسول کی سزا بطور حد قتل ہی ہے۔

ضروری تنبیہ

ہر کافر کی توبہ قبول ہے لیکن سیّد عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزار ہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں اور ہمارے علماء حنفیہ میں سے امام بزازی، امام محقق ابن ہمام، علامہ مولیٰ خسرو صاحب درر وغرر، علامہ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اولاشاہ والنظائر، علامہ عمر بن نجیم صاحب نہر الفائق، علامہ ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی صاحب تنویر الابصار، علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاویٰ خیریہ، علامہ شیخ زادہ صاحب

مجمع الانہر' علامہ محمد بن علی حصکفی صاحب در المختار وغیرہم نے اسے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اگر مرتد گستاخ رسول صدق دل سے توبہ کر لے تو عند اللہ مقبول ہو سکتی ہے' اللہ چاہے تو معاف کر دے چاہے تو معاف نہ کرے' اس کا معاملہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہوگا لیکن غالب گمان یہی ہے کہ ابدی عذابِ جہنم سے نجات پا سکتا ہے اور توبہ عند اللہ مقبول ہونے میں شرعاً کوئی شے مانع نہیں ہے لیکن قبول توبہ حد کے نفاذ کے لئے مانع نہیں ہے' توبہ کرنے کے باوجود حدود تو جاری ہوں گی ورنہ توبہ کرنے سے سلسلہ عقوبات سزاؤں اور حدود کا جاری نہ ہو سکے گا اور پھر انسدادِ جرائم اور کفر و ارتداد بھی قائم نہ ہو سکے گا نیز یاد رہے کہ گناہوں پر توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جرائم خفیہ پر خفیہ اور اعلانیہ پر اعلانیہ ہو۔

رسولِ اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

اذا عملت سيئة فاحدث عندها توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية. (رواہ الامام احمد فی الزھد و الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب)	جب تو بدی کرے تو فوراً توبہ کر خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔
الهازل والمستهزی اذا تكلم بكفر استخفافا واستهزاء ومزاحا يكون كفرا عند الكل وان كان اعتقاده خلاف ذلك (عالمگیری)	تمسخر کرنے والے اور ٹھٹھا کرنے والے نے جب کلمہ کفر کہا درانحالیکہ اس نے اسے ہلکا جانتے' ٹھٹھا کرنے اور مزاح اُڑانے کے طور پر کہا تو یہ سب کے ہاں کفر ہے اگرچہ اس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو۔
اذا ارتد المسلم عن الاسلام والعياذ بالله تعالى عرض عليه الاسلام	جب کوئی مسلمان معاذ اللہ اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کتاب الام باب المرتد الکبیر میں فرماتے ہیں:

فلم یختلف المسلمون انه لا یحل ان یفادی بمرتد بعد ایمانه ولا یمن علیه ولا توخذ منه فدیة ولا یترک بحال حتی یسلم او یقتل واللہ اعلم

مسلمانوں کا اس بارے میں اختلاف نہیں رہا کہ مرتد سے فدیہ لینا حلال نہیں ہے اور نہ ہی اس پر احسان کیا جائے اور نہ اس سے فدیہ لیا جائے اور نہ اسے کسی حال میں چھوڑا جائے یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے یا پھر اسے قتل کردیا جائے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ عام مرتد کی سزا یہی ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرے ورنہ اسے سزائے موت دی جائے۔

والقتل علی الردة حد لیس للامام ان یعطله (کتاب الام)

رِدّت کی سزائے موت بطورِ حد ہے وقت کے حاکم کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ سزا کو معطل کردے۔

یاد رہے کہ شرعی حجتوں میں قرآن وسنت کے بعد تیسرا درجہ اجماع کا ہے اور یہ فضیلت اس امت مسلمہ کو حاصل ہے جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

اصولِ فقہ کی معتبر کتاب توضیح میں ہے۔

وما اتفق علیه المجتهدون من امة محمد صلی الله علیه وسلم فی عصر علی امر فهذا من خواص امة محمد صلی الله علیه وسلم فانه خاتم النبیین لا وحی بعده و قد قال الله تعالی الیوم اکملت لکم دینکم ولا شک ان الاحکام التی تثبت بصریح الوحی بالنسبة الی الحوادث الواقعة قلیلة غایة القلة فلولم یعلم احکام الحوادث من

اور وہ حکم جس پر محمد ﷺ کی امت کے مجتہدین کا کسی زمانہ میں اتفاق ہو جائے اس کا واجب التعمیل ہونا اس امت کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کسی پر وحی نہیں آئے گی اور ادھر یہ اشارۂ خداوندی ہے کہ ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ جو احکام صریح وحی سے ثابت ہوئے ہیں وہ بہ نسبت روزمرہ کے پیش آنے والے واقعات کے نہایت قلیل ہیں پس جب ان

الوحی الصریح و بیقت احکامها مهملة لایکون الدین کاملا فلا بدان یکون للمجتهدین ولایة استنباط احکامها من الوحی.
(توضیح مصری، ص ۴۹، ج ۱)

واقعات کے احکام وحی صریح سے معلوم نہ ہوئے (اب اگر اجماع و قیاس کو حجت نہ بنایا جائے) اور شریعت میں ان واقعات کے متعلق احکام نہ ہوں تو دین کامل نہیں رہتا اس لئے ضروری ہے کہ اس امت کے مجتہدین کو وحی سے ان احکام کے استنباط کرنے کا حق حاصل ہو۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

واجماعهم حجة قاطعة یجب اتباعها بل هی اوکدا الحجج و هی مقدمة علی غیرها و لیس هذا موضع تقریر ذلک فان هذا الاصل مقرر فی موضعه ولیس فیه بین الفقهاء ولا بین سائر المومنین الذین هم المومنون خلاف. الخ
(اقامۃ الدلیل، ج ۳، ص ۳۰)

اور اجماع صحابہ حجت قطعیہ ہے، اس کی اتباع فرض ہے بلکہ وہ تمام شرعی حجتوں سے زیادہ مؤکد ہے اور سب سے مقدم ہے۔ یہ موقع اس بحث کے چھڑنے کا نہیں کیونکہ یہ اپنے موقع پر (یعنی کتب اصول میں) یہ بات باتفاق اہل علم ثابت ہو چکی ہے اور اس میں تمام فقہاء اور تمام مسلمانوں میں جو واقعی مسلمان ہیں، کسی کا بھی خلاف نہیں۔

معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ کرام یا اجماع مجتہدین شرعی حجت و دلیل ہے۔

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

اب ملاحظہ کریں کہ مسیلمہ کذاب نے جب ذیلی نبوت کا دعوی کیا تھا تو یہ وہ دور تھا، جب نبی کریم ﷺ بقید حیات ظاہری موجود تھے اور اس جھوٹے دعوی نبوت کے باوجود کافی لوگ اس کے پیروکار بن گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے جو کارنامہ سرانجام دیا تھا وہ وہی جہاد تھا جو مسیلمہ کذاب سے کیا گیا جس میں جمہور مہاجرین و انصار نے اتفاق و اجماع کر لیا تھا حالانکہ مسیلمہ کذاب نماز، زکوٰۃ و روزہ کے علاوہ نبوت و قرآن پر بھی ایمان رکھتا تھا۔
(تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۴۴)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کی امارت میں ایک لشکر مسیلمہ کذاب کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے یمامہ کی طرف روانہ کیا۔ جمہور صحابہ کرام میں سے کسی نے انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اس کے اہل قبلہ ہونے کا عذر پیش کیا اور نہ ہی اس کے کلمہ گو ہونے کو مانع سمجھا تو معلوم ہوا کہ مرتدوں کے ساتھ جہاد کرنا عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مسلمان ضروریات دین میں سے کسی ایک ضروری امر دینی کا انکار کر جائے تو اس کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہو جاتا ہے تو جو شخص مثلاً سلیمان رشدی مسلمان ہو کر سارے دین اسلام اور پیغمبر اسلام اور جد الانبیاء حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور ازواجِ مطہرات وغیرہم کی گستاخی و اہانت کرے تو اس کے خلاف جہاد کیونکر ضروری نہ ہوگا اور پھر ایسا مرتد گستاخ کہ جس کی حمایت میں تمام عیسائی دنیا سپر پاور زیک جان ہو کر اعلان عام کر دیں اور سارے یہودی جس کی حمایت و تعاون پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور کمیونسٹ نظریات رکھنے والے عوام کی اکثریت بھی اس کی حمایت و تعاون کو ضروری قرار دیں تو گویا اسلام کے خلاف سوچی سمجھی سکیم اور پلان کے تحت ساری کاروائی معرض وجود میں لائی گئی ہے اور پھر تعجب یہ کہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم میں شریک ۴۵ ممالک بھی سلیمان رشدی کی مذمت اور اس کی کتاب سٹینک ورسز پر پابندی عائد کر چکے ہیں اس کے باوجود عیسائی یورپ و امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک نے مرتد مذکور کی حمایت جاری رکھی جس سے اہل اسلام اور اسلام دشمنوں کے دو بلاک ۸۹-۱۹۸۸ میں عالمی سطح پر سامنے آگئے چنانچہ ایسے مرتد کی مذمت کرنا اور اس کی کتاب مذکور پر پابندی لگانا اور اس کے ناشرین کے خلاف اقدام کرنا اور سلیمان رشدی مرتد گستاخ جو کہ شرعاً واجب القتل ہے اور فتنۂ عالم اسلام کا باعث ہے اس کے خلاف ہر قسم کی کاروائی کرنا شرعی طور پر عین جہاد اکبر ہے' اسی طرح اسود عنسی نے بھی نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں مصنوعی نبوت کا اعلان کرنے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے حکم پر صحابہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔

اسی قسم کے اور بھی ایسے واقعات ہوئے کہ جس جس نے ارتداد اختیار کیا' پھر یا تو وہ اسلام لایا یا قتل کر دیا گیا تھا۔ (فتح الباری' ج ۶' ص ۴۵۵)

علامہ سیّد محمد آلوسی مفتی اعظم بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں

اسی اجماع کو ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطقت بہ الکتب وصدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ و یقتل ان اصر (روح المعانی، ج ۷، ص ۶۵)

اور نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے جس پر تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں اور احادیث نبویہ اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے پس اس کے خلاف کا مدعی کافر ہے اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔

اور ابن حبان فرماتے ہیں:

من ذھب الی ان النبوۃ مکتسبۃ لا تنقطع او الی ان الولی افضل من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو زندیق یجب قتلہ (زرقانی، ج ۶، ص ۱۸۸)

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبوت کسب کر کے حاصل کی جا سکتی ہے اور وہ منقطع نہیں ہوئی یا یہ عقیدہ رکھے کہ ولی نبی سے افضل ہے تو یہ شخص زندیق ہے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔

معلوم ہوا کہ ضروریاتِ دین کا منکر مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کے لئے دوبارہ اسلام کو قبول کرنا ہے یا اسے قتل کرنا ہے اور یہ عام مرتد کی سزا ہے ورنہ جو مرتد گستاخ بھی ہو تو اس کی سزا صرف سزائے موت ہی ہے اور یہ سزا بطورِ حد جاری ہو گی۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے:

وقد قتل عبد الملک بن مروان الحارث المتنبی و صلبہ و فعل ذلک غیر واحد من الخلفاء والملوک باشباھھم و اجمع علماء وقتھم علی صواب فعلھم والمخالف فی ذلک من کفرھم کافر. (انکار الملحدین، ص ۴۳)

اور خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث مدعی نبوت کو قتل کیا اور سولی چڑھایا، اور ایسا ہی معاملہ بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے اس جیسے مدعیان نبوت (مرتدوں) کے ساتھ کیا ہے اور اس زمانہ کے علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان کا یہ فعل صحیح و درست تھا اور جو ان کے کافر کہنے کا مخالف ہے وہ

خود کافر ہے۔

معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور اس پر خلفاء اور ملوک نے عمل کیا ہے اور اس پر اس وقت کے علماء کرام نے اجماع کیا ہے کہ خلفاء وغیرہ کا مرتدوں کو قتل کرنے کا فعل درست ہے اور غلط نہیں ہے۔

حضرت یوسف بن جنید التوقادی (۹۰۲ھ) صاحب ہدیۃ المھدیین فرماتے ہیں:

قد اجتمعت الامة على ان الاستخفاف بنبينا و بای نبی كان من الانبياء عليهم الصلوة والسلام كفر.

بیشک امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی علیہ کی تخفیف وتحقیر کرنا اور انبیاء میں سے کسی نبی کی تحقیر کرنا کفر ہے۔

قال الخطابی لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فی وجوب قتله اذا كان مسلما (ہدیۃ المھدیین)

خطابی نے کہا کہ میں ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتا مسلمانوں میں سے کہ جس نے مرتد کی سزائے موت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ وہ مرتد پہلے ہی سے مسلمان ہو۔

وفی المبسوط عن عثمان بن كنانة من شتم النبی صلی الله عليه وسلم قتل و لم يستتب والامام مخير فی صلبه حيا او قتله

اور مبسوط میں ہے عثمان بن کناز سے کہ جس نے نبی علیہ السلام کو گالیاں دیں اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں کرائی جائے گی اور حاکم کو اختیار ہے چاہے اسے زندہ سولی پر چڑھا دے یا اسے قتل کرا دے۔

وافتى فقهاء الاندلس بقتل الحاتم وصلبه بما شهد عليه من استخفافه بحق النبی عليه السلام

اندلس کے فقہاء نے حاتم کے قتل اور پھانسی دینے کا فتویٰ وحکم دیا تھا اور اس کے خلاف شہادت گذر چکی تھی کہ اس نے نبی علیہ السلام کی تخفیف کی تھی۔

وقال ابن عتاب الكتاب والسنة موجبان ان من قصد النبی صلى الله

ابن عتاب نے کہا کتاب وسنت ایسے شخص کے بارے واجب کرتی ہیں کہ جس

علیه وسلم باذی او نقص معرضا او مصرحا و ان قل فقتله واجب الخ

کسی نے نبی علیہ السلام کو اذیت دی یا نقص نکالا' اشارۃً ہو یا صراحۃً ہو' گو بہت کم ہو تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔
(کتاب مذکور)

اس سے متعلق ہے کہ وقت کے حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ شاتم رسول کو سزائے موت دے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے کوفہ کے عامل نے مشورہ مانگا ایسے شخص کے قتل کے بارے میں کہ جس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں دی تھیں۔

فکتب الیه عمر انه لا یحل قتل امری مسلم بسب احد من الناس الا رجل سب رسول الله صلی الله علیه وسلم و من سبه فقد حل دمه
(کتاب مذکور)

تو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لکھا کہ مسلم آدمی کا قتل جائز نہیں کہ کسی آدمی کو گالیان دے مگر ایسا آدمی جو رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دے اور جو شخص آپ کو گالیاں دے تو وہ مباح الدم ہے۔

علامہ ابوالعباس احمد بن محمد بن علی حجر المکی الہیتمی ۹۰۹ھ-۹۷۴ھ اپنی کتاب ''الاعلام بقواطع الاسلام'' میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے:

اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احد هما

جب کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کو کہہ دے ''اے کافر!'' تو بیشک دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹے گا۔

یعنی کافر کہنے والے نے اگر بغیر کسی وجہ کفر کے پائے جانے کے کہا ہے تو کہنے والا کافر ہوا اور اگر کہنے والے نے وجوہ کفر کے متحقق ہونے کی حالت میں کہا ہے تو جس کو کافر کہا ہے وہ کافر ہوا اور کہنے والا مسلمان رہا۔

اس حدیث کے بارے میں اہل تحقیق نے کئی مطالب بیان کئے جو ظاہر کے خلاف تھے تو صاحب اعلام نے فرمایا:

انما نحکم بالکفر باعتبار الظاهر وقصدک و عدمه انما تربط به الاحکام باعتبار الباطن

بیشک ہم کفر کا حکم ظاہر کے اعتبار سے لگائیں گے اور تیرے ارادہ اور عدم ارادہ کے ساتھ احکام باعتبار باطن کے وابستہ

لا الظاهر

ہوں گے نہ کہ ظاہر کے اعتبار سے۔

قدرے آگے فرماتے ہیں:

بان حكمنا باعتبار الظاهر فلا يبحث عن المراد ولا نذير عليه حكما ظاهرا

بے شک ہمارا حکم ظاہری اعتبار سے ہے، تو مراد سے بحث نہیں کی جائے گی اور نہ ہی مراد پر ظاہری حکم چسپاں کریں گے۔

مزید فرمایا:

لان العبادة لا تنا فى الفسق لا مكان اجتماعهما فى ان واحد اذ من ارتكب كبيرة فاسق و ان كان اعبد الناس بخلاف الكفر و الاسلام فانه لا يمكن اجتماعهما فى شخص واحد فى حالة من الاحوال

کیونکہ عبادت فسق کے خلاف نہیں ہے اس لیے کہ دونوں کا ایک وقت میں ایک شخص میں جمع ہونا ممکن ہے جیسے کوئی آدمی گناہ کا ارتکاب کرے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے گو کہ وہ شخص لوگوں میں زیادہ عابد ہو بخلاف کفر و اسلام کے تو بے شک ان دونوں کا اجتماع ایک شخص میں ایک حالت میں کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

عابد ہو کر فاسق ہو سکتا ہے یعنی اسے عابد فاسق کہہ سکتے ہیں لیکن ایک وقت میں ایک شخص مسلمان اور کافر نہیں ہو سکتا ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو عبادت گذاروں کے فسق و فجور کے باوجود انہیں فاسق و فاجر کہنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کے اعمال میں کبیرہ گناہ اخلاقی یا اعتقادی شامل ہوں پھر بھی جاہلوں کی نظر صرف ظاہری عبادت پر ہوتی ہے اور برائے نام مسلمان کو کوئی طرح کے الحاذ بد اعتقادی کا حامل ہو اور کفر کی حد تک ارتکاب کر چکا ہو اسے بعض کم علم یا ضعیف ایمان رکھنے والے لوگ پھر بھی خالص مسلمان سمجھتے ہیں حالانکہ اسلام و کفر ایک شخص میں ایک وقت کے اندر جمع نہیں ہو سکتے ہیں:

وقال ابن دقيق العيد فى قوله عليه الصلوة والسلام و من دعا رجلا بالكفر و ليس كذلك الا

اور ابن دقیق العید نے نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بارے میں کہا اور جس نے کسی آدمی کو کفر کے ساتھ پکارا حالانکہ وہ

حار علیہ ای رجع و هذا وعید عظیم لمن کفر احدا من المسلمین ولیس هو کذلک و هو ورطة عظیمة وقع فیها خلق من العلماء اختلفوا فی العقائد و حکموا بکفر بعضهم بعضا (الآعلام)

شخص اس طرح کا نہ تھا تو کفر اس پر لوٹ آئے گا اور یہ عظیم درجہ کی وعید ہے ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے مسلمانوں کو کافر کہا حالانکہ وہ مسلمان کافر نہ تھا اور یہ ورطۂ عظیمہ ہے جس میں علماء کا ایک طبقہ مبتلاء ہے جنہوں نے عقائد میں اختلاف کیا ہے اور بعض نے بعض پر کفر کا حکم لگایا ہے۔

معلوم ہوا کہ بلاوجہ کفر کسی کو کافر کہنا خود کو کافر ہو جانے کی دعوت دینا ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ کفر کے وجوہات کے تحقق سے کفر خود بخود وارد ہو جاتا ہے چاہے اسے کوئی کافر کہے یا نہ کہے۔ کفر ایمان کی ضد ہے' ایک کے تحقق سے دوسرے کا انتفاء ہونا یقینی امر ہے' اس وقت کفر کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے' دن کے غائب ہونے پر رات کا آ جانا قطعی امر ہے' روشنی کا نہ ہونا اندھیرا ہوتا ہے اور اندھیرے کا نہ ہونا ہی روشنی ہے۔

صاحب الاعلام نے مواقف اور شرح مواقف کی عبارت کو نقل کیا ہے:

وفی المواقف و شرحها: ومن صدق بما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم و مع ذلک سجد للشمس کان غیر مومن بالاجماع لان سجوده لها یدل لظاهره علی انه لیس بمصدق و نحن نحکم بالظاهر فلذلک حکمنا بعدم ایمانه لان عدم السجود لغیر الله داخل فی حقیقة الایمان حتی لو علم انه لم یسجد لها علی سبیل التعظیم و اعتقاد الالهیة بل سجد لها و قلبه مطمئن بالتصدیق لم

مواقف اور شرح مواقف میں ہے: جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی تصدیق تمام ان چیزوں میں کی جو آپ اللہ کی طرف سے لائے اور اس کے باوجود وہ شخص سورج کو سجدہ کر چکا تو ایسا شخص بالاجماع مومن و مسلمان نہیں ہے اس لئے کہ اس کا سورج کو سجدہ کرنا بظاہر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص دل سے تصدیق کرنے والا نہیں ہے اور ہم ظاہر پر ہی حکم لگائیں گے (کہ وہ مسلمان نہیں ہے) اس وجہ سے ہم نے اس کے غیر مومن ہونے کا حکم دیا' دلیل یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنا ہی ایمان کی حقیقت

یحکم بکفرہ فیما بینه و بین الله و ان اجری علیه حکم الکافرفی الظاهر. انتهی

میں داخل ہے اگر وہ شخص یقین رکھتا ہے کہ اس نے سورج کو سجدہ نہیں کیا تعظیم کے طور پر اور نہ اعتقادِ الوہیت کے طور پر بلکہ سورج کو سجدہ جب کیا تھا تو اس کا دل اس وقت تصدیق مذکور کے ساتھ مطمئن تھا تو اس وقت اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اس حالت پر جو اس بندے اور اللہ کے درمیان ہے لیکن اس پر کافر ہونے کا حکم ظاہر میں جاری کیا جائے گا۔

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ کفر کا حکم ظاہری حالت پر لگایا جاتا ہے کوئی بھی عالم ہو یا کہ جاہل، پیر ہو یا کہ مرید، حاکم ہو یا کہ محکوم، امیر ہو یا غریب، صحافی نامور ہو یا کہ صحافت سے بے خبر، حکومت اسلامیہ کا باشندہ ہو یا کہ غیر اسلامیہ حکومت کا رہنے والا ہو، اسلام یا کفر میں سے کسی ایک کے ساتھ موصوف ہونا ضروری ہے۔

ونحن نحکم بالظاهر فلذلک حکمنا بعدم ایمانه اللفظ ظاهر فی الکفر و عند ظهور اللفظ فیه لا یحتاج الی نیة کما علم من فروع کثیرة

ہم ظاہر پر حکم کرتے ہیں اس لئے ہم نے اس کے عدم ایمان پر حکم لگایا۔ لفظ ظاہر ہے کفر میں لفظ صریح نیت کا محتاج نہیں ہوتا جیسا کہ کئی فروعات سے معلوم ہے۔

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله

کفر کے حکم کا معیار و مدار ظاہر پر ہوتا ہے، مقصود و نیت کا لحاظ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے حال کے قرائن و اشارات کا لحاظ ہے۔

شرح فقہ اکبر میں جواہر کے حوالہ سے یہ عبارت درج ہے:

من قال لو کان کذا غدا والا اکفر کفر من ساعته

جس نے کہا اگر ایسا ہوا کل تو ورنہ کافر ہو جاؤں گا تو وہ اسی وقت کافر ہو گیا۔

اور اسی شرح فقہ اکبر میں محیط کے حوالہ سے ہے:

من قال فانا كافر او فاكفر (الى) هو كافر من ساعته.

جس نے کہا میں کافر ہوں یا کفر کر لوں گا تو ایسا شخص اسی وقت کافر ہو جاتا ہے۔

ایک اور عبارت اس طرح ہے:

وهذا ظاهر لان ارادة الكفر كفر.

اور یہ ظاہر ہے کیونکہ کفر کا ارادہ کرنا کفر ہوتا ہے۔

پھر صاحب شرح فقہ اکبر محیط اور مجمع الفتاوے سے نقل فرماتے ہیں:

من عزم على ان يامر احدا بالكفر كان بعزمه كافرا.

جس نے یہ ارادہ کیا کہ کسی کو کفر کا حکم کرے تو اس پختہ ارادہ ہی سے کافر ہو جائے گا۔

اسی میں مزید عبارت قونوی سے ہے:

لو تلفظ بكلمة الكفر طائعا غير معتقد له يكفر لانه راض بمباشرته و ان لم يرض بحكمه كالهازل به فانه يكفر و ان لم يرض بحكمه ولا يعذر بالجهل و هذا عند عامة العلماء.

اگر کسی نے خوشی سے کلمہ کفر بولا حالانکہ کفر کا عقیدہ نہیں تھا (پھر بھی) کافر ہو گیا اس لئے کہ وہ شخص کفر کے ساتھ ملنے جلنے پر راضی ہے گو کہ وہ کفر کے حکم پر راضی ہے جیسے کفر کے ذریعے تمسخر و ٹھٹھا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اگرچہ حکم کفر کے ساتھ راضی نہ ہو اور جہالت کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جائے گا اور یہ حکم عام علماء کے نزدیک ہے۔

الاشباہ والنظائر میں شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم مرتد کے احکام کے بارے مین فرماتے ہیں:

لا يقر المرتد ولو بجزية ولا يصح نكاحه ولا تحل ذبيحته ويهدر دمه و يوقف ملكه و تصرفاته

مرتد کو قرار و سکون نہ دیا جائے گو جزیہ کے ذریعہ ہو اور نہ اس کا نکاح ہی صحیح ہے اور نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اس کا خون

ولا یسبی ولا یفادی ولا یمن علیه ولا یرث ولا یورث ولا یدفن فی مقابر اهل ملة ولا یتبعه ولده فیها

بہایا جائے اور اس کی ملکیت و تصرفات کو وقف بنایا جائے اور نہ اسے قید کیا جائے اور نہ ہی فدیہ لے کر چھوڑا جائے اور نہ اس پر کوئی احسان کیا جائے اور نہ وہ کسی کا وارث ہوگا اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ٹھہرایا جائے گا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے اور اس کا بیٹا' مرتد باپ کی ملت کے تابع نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ مرتد کے احکام اصلی کافر کے احکام سے علیحدہ ہیں اور مرتد اگرچہ کافر ہوتا ہے مگر اصلی کافر سے زیادہ سخت ہوتا ہے اس لیے عام مرتد کے لئے توبہ یا قتل کی سزا ہے اور یہ اصلی کافر کی سزا نہیں ہے۔

یاد رہے کہ کسی کافر شخص نے اگر اہل علم مسلمان سے سوال کیا کہ میں اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں' مجھے اسلام کا کلمہ تلقین کرو' پڑھاؤ' دوسرے مسلمان باشعور نے کہا صبر کرو تاکہ میں فارغ ہو جاؤں یا ٹھہرو غسل کرو وغیرہ وغیرہ تو اس طرح کہنے کا یہ مطلب ہو گا کہ یہ مسلمان کافر کے کچھ وقت کیلئے کفر پر رہنے میں راضی ہے تو یہ کفر ہوگا کیونکہ رضاء بالکفر کفر ہی ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنائے اور بعد میں دوسرے احکام کی تلقین کرے۔ کلمہ سے مراد ہے توحید و رسالت کی گواہی کا زبان سے اقرار کرائے اور جس کفری مذہب پر وہ تھا اس سے چاہے کسی زبان سے ہو اس کو انکار کرا دے' عربی زبان میں کہلانا ضروری نہیں ہے بلکہ کلمہ اسلام کا مطلب زبان سے اقرار کرادے۔

انه متضمن للرضاء ببقائه علی الکفر ولو لحظ والرضاء بالکفر کفر (اعلام)

بے شک ایسا کرنا کفری حالت پر باقی رکھنے پر راضی ہونے کو شامل ہے گو ایک ساعت کے لئے ہو اور کفر پر رضاء کفر ہوتا ہے۔

والشک فی رسالة المرسلین صلوات الله و سلامه علی نبینا

اور رسولوں (مرسلوں) صلوات اللہ و سلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین کی رسالت میں

وعلیهم اجمعین بل او رسالة من علمت رسالته منهم ضرورة کفر بلا نزاع

شک کرنا بلکہ ہر رسول کی رسالت میں شک کرنا جن کی رسالت بداہتہً ثابت ہو کفر ہے بغیر نزاع کے۔

والشک فی الفرائض الکفر به واضح لانه یستلزم الشک فی الضروریات المعلومة من الدین وهو کفر کانکارها

(الآعلام بقواطع الاسلام)

اور (اسلام کے) فرضوں میں شک واضح کفر ہے اس لئے کہ یہ شک دین کی ضروریات میں شک کو لازم ہے اور ضروریاتِ دین میں شک ان کے انکار کی طرح ہے یعنی ضروریات دین میں شک کرنا ہی کفر و انکار ہوتا ہے۔

اجماع علماء

صاحب اعلام شفاء سے نقل فرماتے ہیں:

اجمع العلماء علی ان من دعا علی نبی من الانبیاء بالویل او بشیء من المکروه انه یقتل بلا استتابة

علماء کا اجماع ہے کہ بے شک جس نے کسی نبی پر بدعا کی ویل (سخت مصیبت و ہلاکت کی) یا کسی برائی کی بدُعاء مانگی' بے شک وہ شخص قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ کرائی جائے۔

یعنی علماء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی کسی نبی کی بدخواہی چاہے تو وہ واجب القتل ہے اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور اگر سب و شتم یعنی گالیاں یا تنقیص کے بغیر نبی کریم ﷺ کا انکار کر دیا تو اس کی توبہ قبول ہو گی۔ اگر صدق دل سے توبہ کرے اور اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ بھی ضروری ہو گا۔ اس حد تک یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

ان من کفر بغیر سبه صلی الله علیه وسلم او تنقیصه تقبل توبته اتفاقا و تجب استتابته علی الاصح

بے شک جس نے کفر کیا بغیر گالیاں دیئے نبی ﷺ کو یا آپ کی تنقیص کئے بغیر تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اتفاقی طور پر اور توبہ کرانا بھی واجب ہے مذہب اصح پر۔

واما من كفر بسبه صلى الله عليه وسلم او تنقيصه صريحا او ضمنا و مثله الملك فاختلفوا في تحتم قتله فقال الامام مالك رضي الله عنه و اصحابه يقتل حدا لا ردة ولا تقبل توبته ولا عذره و ان ادعى سهوا او نحوه

اور مگر جس شخص نے نبی کو گالیاں دیں یا تنقیص صراحتہً یا ضمناً کی اور اسی طرح فرشتہ (کا بھی حکم) ہے تو اس شخص کے قتل ضروری میں علماء مختلف ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے کہا اسے قتل کیا جائے بطورِ حد کے نہ ردّت کے اور اس کی توبہ اور اس کا عذر قبول نہ کیا جائے گو وہ شخص بھول وغیرہ کا دعویٰ کرے۔

صاحب مختصر سے بھی نقل فرمایا کہ جس شخص نے نبی یا فرشتہ کو گالیاں دیں گو کہ اشارۃً ہو یا لعن طعن کرے یا عیب نکالے یا تہمت لگائے یا استخفاف کرے یا ان کی کسی صفت کو بدل دے یا ان کے ساتھ ان کے دین میں نقص کا الحاق کرے یا ان کی کسی خصلت میں نقص نکالے یا ان کے مرتبہ اور وافر علم و زہد کو گھٹائے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے لائق نہیں ہے وغیرہا عیوب نکالے تو اس کا حکم یہ ہے:

قتل ولم يستتب حدا.

اسے قتل کیا جائے بطورِ حد کے اور اس سے توبہ نہ کرائی جائے۔

اس شرعی حکم پر چند دلائل ملاحظہ ہوں:

۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب: ۵۷)

بے شک جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ان پر اللہ کی لعنت دنیا و آخرت میں ہے اور ان کے لئے اللہ نے اذیت والا عذاب تیار کیا ہے۔

تو گویا اس کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور فرما دیا اور اسے عذاب میں ڈال دیا اور یہ سزا کافر ہی کو ہو سکتی ہے ورنہ رحمت الٰہی مسلمان کے لئے قریب ہوتی ہے ''ان رحمة الله قريب من المحسنين'' تو گستاخ کا حکم قتل ہے کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اذیت کفر ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اللہ کو اذیت پہنچانا تو مجازی طور پر ہے

کیونکہ حقیقت میں کوئی مخلوق اللہ کو اذیت نہیں پہنچا سکتی ہے' اللہ تعالیٰ مخلوق پر قادر و غالب ہے اور وہ خفیف شر جو دکھ و درد والا ہے اس کا پہنچانا اذیت ہے' اگر اس درجہ سے شر بڑھ جائے تو اسے اضرار کہا جاتا ہے۔ دنیا میں لعنت سے قتل ہی مراد ہے' سزا اس جرم کے مطابق یہی ہو سکتی ہے۔

اصل میں اذیت رسول اکرم ﷺ کو دی جاتی تھی' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دیا تا کہ اس کی سزا بھی سخت ہو اور اس طرح رسول سے محبت اور ان کی عظمت بھی دوبالا ہو جائے گی نیز یہ بھی واضح ہو جائے کہ رسول کی اذیت اصل میں اللہ کی اذیت ہے۔

۲۔ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبہ:۶۵'۶۶)

فرما دیجئے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے ہو' تم عذر و معذرت نہ کرو بے شک تم نے ایمان کے بعد کفر کر لیا۔

اور اس کفر کا سبب وہ قول تھا جس کو منافق طبقہ نے رسول کی شان میں کہا تھا کہ آپ کو ہمارے حالات کا علم نہیں تو آپ غیب کی خبریں کیا دیں گے۔

اس آیت میں واضح ہو چکا کہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی انسان کو مرتد بنا دیتی ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں ہے:

۳۔ من لنا بابن الاشرف من لكعب بن الاشرف فقد استعلن بعد اوتنا وهجائنا

ایسا کون ہے ہمارے لئے جو ابن اشرف کو مارے۔ بے شک اس نے ہماری دشمنی اور برائی کا کھلم کھلا اعلان کر دیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فانه يوذى الله و رسوله

کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے۔

تو اس کے بعد ایک شخص کو بھیجا گیا جس نے اس کو قتل کر دیا۔ اس حدیث میں اس کے قتل کرنے کی اصل وجہ ایذاء قرار دیا گیا ہے۔ صاحب اعلام فرماتے ہیں:

لو اسلم کافر فاعطاه الناس اموالا فقال مسلم لیتنی کنت کافرا فاسلم فاعطی قال بعض الناس یکفر

اگر کافر اسلام لائے پھر اسے لوگ بہت سا مال عطیہ کے طور پر دیں' (اس دوران) کوئی مسلمان کہے کاش میں کافر ہوتا پھر میں اسلام قبول کرتا تو مجھے بہت سا مال دیا جاتا۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ شخص کافر ہو گیا (کیونکہ اس نے کفر کی آرزو کی ہے)۔

ولذا یقطع بتکفیر کل قائل قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامة او تکفیر الصحابة

اور ایسے ہی قطعی طور پر ہر ایسی بات کرنے والے کو کافر ٹھہرایا جائے گا جس کی بات سے امت مسلمہ کی تضلیل ہوتی ہو یا صحابہ کرام کی تکفیر ہوتی ہو۔

جب عام امت مسلمہ کا یہ حال ہے تو علماء حق اور اولیاء کاملین عارفین کی ناحق مطلقا تضلیل و تذلیل کرنے سے کفر کیونکر واقع نہ ہو گا اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام کے ذریعے اسلام پھیلا اور بے مثال جانی و مالی قربانیاں دے کر اللہ و رسول کی رضا کے حقدار ہو گئے ہیں ان کی تکفیر کرنے والا خود ہی کافر ہو جاتا ہے۔ پھر سلیمان رشدی جیسے بے باک شیطان گستاخ کے مرتد ہونے اور اس کے واجب القتل ہونے میں کیسے توقف کیا جا سکتا ہے جس نے پورے اسلام اور انبیاء کرام سابقین کا مذاق اُڑایا ہے۔

لندن کے سلیمان رشدی مرتد کی طرح ایک وہ بھی مرتد تھا جس نے تیونس میں ۷۸۴ھ میں گستاخی بکی تھی:

ان رجلا قال لاخر انا عدوک و عدو نبیک فعقد له مجلس فافتی بعض المالکیة بانہ مرتد واخذ کفرہ من قولہ تعالی من کان عدو اللہ (الایة) وافتی بعضهم بان کفرہ کفر نقیص فلا یستتاب واخذ ذلک مما فی الشفاء من ان امراة

ایک آدمی نے دوسرے سے کہا میں تیرا دشمن ہوں اور تیرے نبی کا دشمن ہوں تو اس شخص کے لئے ایک مجلس (فقہاء کی) منعقد ہوئی بعض مالکی علماء نے فتوے دیا کہ وہ مرتد ہے۔ اس شخص کا کفر اِس آیت سے اخذ کیا گیا ہے (جو شخص اللہ کا دشمن ہے' آخر تک) اور ان کے بعض علماء نے یہ فتوی دیا کہ ان کا

سبت النبی صلی الله علیه وسلم فقال من یکفینی عدوتی؟ فقتلت و من کون خالد رضی الله تعالی عنه قتل من قال له عن النبی صلی الله علیه وسلم صاحبکم و من افتاء ابن عتاب بقتل من قال ان سالت اوجهلت فقد سال وجهل نبیک (الآعلام بقواطع الاسلام ص ۳۸۰)

کفر تنقیص کا کفر ہے اس میں توبہ نہیں کرائی جائے گی اور یہ حکم فتوے شفاء سے لیا گیا ہے بیشک ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کون میرے لئے میرے دشمن کو کافی ہوگا تو وہ (عورت) قتل کی گئی اور یہ حکم لیا گیا ہے (اس واقعہ سے بھی) جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اس شخص کو جس نے آپ سے نبی کریم ﷺ کے بارے (تمہارے صاحب نے کہا تھا اور یہ حکم لیا گیا ابن عتاب کے فتوے سے کہ آپ نے قتل کا حکم دیا جس نے کہا (میں اگر پوچھوں یا نہ جانوں) تو تمہارے نبی نے بھی پوچھا اور نہ جانا۔

فمن ذلک ان من سب نبیا علیه افضل الصلوة والسلام (الی) او عابه او الحق به نقصا فی نفسه او نسبه او دینه او خصلة من خصائله او عرض او شبهه بشیی علی طریق السب والازراء او التصغیر بشانه او العرض او العیب له او لعنه او دعا علیه او تمنی له مضرة او نسب الیه مالا یلیق بمنصبه علی طریق الذم (الی) کان کافرا بالاجماع کم حکاه جماعة (الی) سواء اصدر منه جمیع ذلک او بعضه فیقتل ولا

اس وجہ سے بے شک جس کسی نے نبی علیہ السلام کو گالیاں دیں (یہاں تک) یا عیب نکالا نقص کا الحاق کیا ان کی ذات میں یا ان کے نسب میں یا ان کے دین میں یا ان کی خصلت میں یا گالی یا عیب جوئی کے طور پر کسی شے کے ساتھ اشارۃً تشبیہ دی یا ان کی شان کی یا عزت کی چھوٹائی کا الحاق کیا یا عیب (لعن طعن یا بددعاء کی) یا آپ کی مضرت کی تمنا کی یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کی جو آپ کی شان کے لائق نہیں بطور مذمت کے وغیرہ برے امور تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہو گیا جس کو ایک

تقبل توبته عند اکثر العلماء وعلیه جماعة من اصحابنا بل ادعی فیه الشیخ ابوبکر ن الفارسی الاجماع (الآعلام)

جماعت فقہاء نے بیان کیا۔ عام ہے کہ یہ سب مذکور چیزیں اس گستاخ سے صادر ہوں یا ان میں سے بعض امور اہانت کا صدور ہوٗ ایسا گستاخ قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ اکثر علماء کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی اور اسی پر ہمارے اصحابہ کی جماعت قائم ہے بلکہ اس میں شیخ ابوبکر فارسی نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

ومنها ما نقله عن مالک من تادیب من عیر بالفقر فقال قدرعی النبی صلی الله علیه وسلم الغنم لانه عرض بذکره صلی الله علیه وسلم فی غیر موضعه قال مالک ولا ینبغی لاهل الذنوب اذا عوقبوا ان یقولوا قد اخطات الانبیاء قبلنا.

اور ان امور میں سے وہ ہے جس کو نقل کیا امام مالک سےٗ ایسے شخص کو سزا دی جس کو فقر کا عار دلایا گیا تو اس نے کہا نبی ﷺ نے بکریاں چرائیں کیونکہ اس شخص نے حضور ﷺ کے ذکر کو نا مناسب مقام پر ذکر کیا۔ امام مالک نے فرمایا کسی گناہ والے کے لئے مناسب نہیں کہ اسے جب سزا دی جائے تو وہ یہ کہے کہ ہم سے پہلے انبیاء نے بھی خطائیں کیں۔

معلوم ہوا کہ بے محل غیر مناسب مقام پر نبی علیہ السلام کا ذکر کرنا بے ادبی ہےٗ یہ قابل سزا جرم ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف خطاؤں کی نسبت اس لئے کرنا کہ گنہگار قابل سزا اپنے آپ کو قابل ملامت ہونے سے بچائے تو یہ بھی قابل تادیب جرم ہےٗ عام امتی کو نبی کے ہم پلہ ہونا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔

ومنها: قال بعض الحنفیة : اعلم ان من تلفظ بلفظ الکفر یکفر و ان لم یعتقد انه لفظ الکفر ولا یعذر بالجهل و کذا من ضحک علیه او

بعض حنفیوں نے کہا جان لو بے شک جس نے لفظ کفر بولاٗ وہ کفر کر گیا گو کہ اس نے کفر کا عقیدہ نہ رکھا اور اس کا عذر جہالت قبول نہ ہوگا اور ایسے ہی جس نے کفر کے

استحسنه او رضی به یکفر و من اتی بلفظ الکفر حبط عمله و تقع الفرقة بین الزوجین و یجدد النکاح برضاء الزوجة ان کان الکفر من الزوج و ان کان من الزوجة یجبر علی النکاح و هذا بعد تجدید الایمان والتبری من لفظ الکفر حتی ان من اتی بالشهادة عادة و لم یرجع عما قاله لا یرتفع الکفر عنه یکون و طؤه و طأزنا و ولده ولد الزنا و عند الشافعی رضی الله عنه لومات علی الکفر حبط عمله ولو ندم و جدد الایمان لم یحبط عمله ولا یلزمه تجدید النکاح ولوصلی صلوة الوقت ثم اسلم لم یقضها و عندنا یقضیها و کذا الحج فلو اتی بکلمة فجری علی لسانه کلمة الکفر بلا قصد لا یکفر. (انتهی کلام هذا الحنفی) (اعلام)

لفظ کے ساتھ ہنسی کی یا کفر کو بہتر سمجھا یا کفر کے ساتھ راضی ہوا تو کافر ہو گیا اور جس نے لفظ کفر بولا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور خاوند و بیوی کے درمیان فرقت و جدائی واقع ہوگئی' نکاح دوبارہ کرنا ہوگا بیوی کی رضا کے ساتھ' اگر کفر خاوند کی طرف سے ہوا ہو اور اگر کفر بیوی کی طرف سے ہوا ہو تو اس کو نکاح پر مجبور کیا جائے اور یہ تجدید ایمان کے بعد اور لفظ کفر سے بیزاری کے بعد' اس حد تک کہ بے شک جس نے کلمہ شہادت عادت کے طور پر پڑھا اور جو کفر بولا گیا اس سے رجوع نہ کیا تو اس سے کفر نہیں اُٹھے گا اور اس کی وطی زنا ہوگی اور اس کی اولاد ولد زنا ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایسا شخص اگر مر گیا تو اس کے اعمال ضائع ہوں گے اور اگر نادم ہوا اور ایمان تازہ کیا' اس کے اعمال ضائع نہ ہوں گے اور نہ اسے تجدید نکاح لازم ہوگا اور اگر نمازِ وقت پڑھ گیا پھر اسلام لایا' اس کو قضاء نہ کرے اور ہمارے نزدیک اس کو بھی قضاء کرے اور ایسے ہی حج قضاء کرے گا اور اگر کوئی ایک کلمہ زبان پر لایا تو اس کی زبان پر کلمہ کفر جاری ہو گیا کسی ارادے کے بغیر تو وہ شخص کافر نہ ہوا۔

صاحب اعلام کی ان عباراتِ حنفیہ سے معلوم ہوا کہ بعض حنفیوں کے نزدیک عقیدہ کفر نہ رکھتے ہوئے بھی لفظ کفر بولنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے چاہے جہالت سے ہو یا

ہنسی مذاق سے ہو یا اس کلمہ کفر سے راضی ہو اور ایمان کفر سے ختم ہو جاتا ہے۔ جب ایمان ہی نہ رہا تو اسلامی نکاح بھی ختم ہو جاتا ہے' ایمان لانے کے بعد تجدید نکاح بھی ضروری ہو گا اگر بیوی راضی ہو کہ اس خاوند سے تجدید نکاح کرے اور اگر ارتداد بیوی کی طرف سے وارد ہوا ہو تو پھر بطور زجر اسی سابق خاوند سے دوبارہ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی' اگر کوئی غیر کفری کلمہ زبان پر لانا چاہتا تھا مگر اس کی زبان پر کلمہ کفری جاری ہو جاتا تھا اور اس میں کسی قسم کے قصد کا تعلق بھی نہیں تھا تو ایسے حال میں کفر واقع نہ ہو گا کہ اس سے بندہ عاجز ہے۔

یاد رہے اس عبارت کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ برمنگھم یو۔ کے میں ایک جانے پہچانے پاکستانی نوجوان کی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ دماغ میں یہی سوچتا ہے کہ غیر کفری لفظ بولنا چاہتا ہے مگر جب بھی لفظ آدمی کا تصور کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ آدمی خدا کی مخلوق ہے اور جب بولنے لگتا ہے تو زبان سے خود بخود جاری ہو جاتا ہے کہ "آدمی خدا ہے" **نعوذ باللہ من ذالک۔**

مجھ سے پوچھا گیا کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ تو چونکہ میں اس نوجوان کو جانتا ہوں کہ وہ بدعقیدگی کا شکار نہیں ہے بلکہ یہ اس کا غیر ارادی اور اضطراری فعل ہے لہٰذا اس پر کفر وارد نہ ہو گا اور میری یہ کوشش بھی ہوئی کہ یہ شخص میرے قریب لایا جائے تاکہ کلام الٰہی کے ذریعے اس کا علاج کیا جائے اور اس کفری بات سے بچایا جائے' میں نے اس نوجوان کے لئے پیغام بھیجا کہ تم محمد رسول اللہ (ﷺ) بار بار پڑھو تو اس سے وہ نوجوان کلمہ کفر کہنے سے رک گیا (الحمد للہ علی ذلک) گویا عبارت مذکورہ کی تائید وتصدیق بالمشاہدہ ہوئی۔

۴- شاتم رسول کو بوجہ اہانت وتنقیص سزائے موت بطور حد دیئے جانے کی چوتھی دلیل یہ ہے:

انہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح امن الناس الا جماعۃ کانوا یوذونہ منھم ابن ابی سرح اختبا عند سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی	بیشک نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن میں لوگوں کو امن دیا مگر ایک جماعت کو جو آپ کو اذیت پہنچاتی تھی (جن میں ابن ابی سرح بھی ہے) امن نہ دیا۔ ابن ابی سرح

عنہ فجاء به لما دعی النبی صلی الله علیه وسلم الناس الی البیعة و طلب من النبی صلی الله علیه وسلم ان یبایعه فنظر الیه ثلاثا کل ذلک یابی ثم بایعه ثم اقبل علی اصحبه فقال: ما کان فیکم رجل رشید یقوم الی هذا حین کففت یدی عن بیعته فیقتله قالوا: هلا او مات الینا فانا لاندری ما فی نفسک ؟ فقال : انه لا ینبغی لنبی ان یکون له خائنة الاعین

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھپ گیا تھا حضرت عثمان نے اسے حاضر کر دیا۔ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی اور حضرت عثمان نے آپ سے بیعت مانگی کہ ابن ابی سرح کو بھی بیعت فرما دیں۔ آپ نے تین بار اس کی طرف دیکھا' ہر بار انکار فرما دیا' پھر آپ نے ابن ابی سرح کو بیعت فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا تم میں کوئی نیک بخت آدمی نہیں تھا کہ کھڑا ہوتا۔ اس شخص کی طرف میں نے اپنا ہاتھ اس کی بیعت سے روکا کہ اس کو قتل کر دیتا صحابہ بولے کیوں آپ نے ہماری طرف اشارہ نہ فرمایا۔ ہم تو آپ کے باطنی ارادے کو نہیں سمجھ پائے' اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ آنکھ کی خیانت کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذیت رسول کی سزا موت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ اپنے مجرم کو معاف فرما دیں' آپ کی یہ شان کے لائق ہے' آپ اخلاق کریمانہ کے مالک ہیں۔

حدثنا عبد الله بن یوسف اخبرنا مالک عن ابن شهاب عن انس بن مالک رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم دخل عام

عبد اللہ بن یوسف' مالک' ابن شہاب' انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ خود

الفتح و علی راسه المغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ان ابن خطل متعلق باستار الکعبة فقال اقتلوه.

پہنے ہوئے تھے۔ جب آپ نے اس کو اتارا تو ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ ابن خطل کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔

(بخاری، ج ۱، ص ۲۴۹، ج ۲، ص ۶۱۴)

یہی عبد اللہ بن خطل مرتد ہو گیا تھا، ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کر دیئے تھے، رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہجو برائی میں شعر کہتا تھا اور اس نے دو لونڈیاں بھی اسی لئے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف گایا کرتی تھیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلافِ کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم استخرج من تحت استار الکعبة عبد الله بن خطل فضربت عنقه صبرا بین زمزم و مقام ابراهیم

راوی کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ عبد اللہ بن خطل کو کعبہ کے غلاف سے باہر نکال کر مقامِ ابراہیم اور چاہِ زم زم کے درمیان قتل کر دیا گیا۔

(فتح الباری، ج ۸، ص ۱۳، عمدۃ القاری ج ۸، ص ۳۴۷، ارشاد الساری، ج ۶، ص ۳۹۲)

یعنی دوسرا آدمی اس جماعت سے عبد اللہ بن خطل ہے اور اس کی دو لونڈیاں تھیں نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ان کے قتل کا:

امر النبی صلی الله علیه وسلم بقتلهم لانه کان یقول الشعر ویامرهما ان یغنیابه

نبی ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دیا اس لئے کہ وہ ان کے ذریعے آپ کی برائی بیان کرتا تھا اور اپنی دونوں لونڈیوں کو آپ کی ہجو میں شعر گانے کا حکم کرتا۔

اس گستاخی پر انہیں قتل کرنے کا حکم دے کر ظاہر فرما دیا کہ اہانت رسول کی سزا، سزائے موت ہی ہے ورنہ امن عام کے اعلان عام کے باوجود قتل کرنے کا دوسرا سبب کوئی نہ تھا۔

بزاز کی روایت ہے:

ان عقبة بن ابی معیط نادی یا معشر قریش مالی اقتل من بینکم صبرا؟ فقال له النبی صلی الله علیه وسلم بکفرک وافترائک علی رسول الله

عقبہ بن ابی معیط نے قریشیوں کو پکارا کہ میرا کیا گناہ ہے کہ میں تمہارے درمیان خاموشی سے قتل کیا جاؤں؟ اسے نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا کہ تیرے کفر اور تیری بہتان تراشی کے سبب جو تو اللہ کے رسول پر کرتا تھا (یہ سبب ہے کہ تجھے امن و آزادی کی بجائے قتل کیا جا رہا ہے۔

اسی بزاز کی روایت میں ہے:

کذب علیه صلی الله علیه وسلم رجل فبعث علیا والزبیر رضی الله عنهما لیقتلاه ○

ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ باندھا تو آپ نے حضرت علی اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا کہ اسے قتل کر دیں۔

وهجته صلی الله علیه وسلم امراة فقال من لی لها ؟ فقال رجل من قومها انا یا رسول الله فقتلها.

اور ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کی برائی بیان کی (اذیت پہنچائی) تو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے اس عورت سے (بدلہ لینے والا) کون ہے؟ تو اس عورت کی قوم سے ایک آدمی نے کہا میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! تو پھر اس نے اس عورت کو قتل کر دیا۔

الاعلام کی نقل کی ہوئی عبارت ملاحظہ ہو:

قالوا فقد ثبت انه صلی الله علیه وسلم امر بقتل من اذاه او تنقصه او الحق له و هو مخیر فیه فاختار قتل بعضهم والعفو عن بعضهم و بعد وفاته تعذر تمیز المعفو عنه من غیره فبقی الحکم علی عمومه فی

ان علماء نے کہا کے بیشک یہ بات ثابت ہو چکی کہ نبی ﷺ نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا جس نے آپ کو اذیت پہنچائی یا آپ کی شان گھٹائی یا آپ سے الحاق کیا اور آپ کو اختیار حاصل تھا اس معاملہ میں تو آپ نے بعض کے لئے قتل اور بعض کے

القتل لعدم الاطلاع علی العفو و لیس لامته بعده ان یسقطوا حقه لانه لم یرد عنه الاذن الا فی ذلک

لئے معافی پسند فرما دی اور آپ کے وصال کے بعد یہ امتیاز مشکل ہو گیا کہ کس کے لئے عفو ہو کس کے لئے نہ ہو تو حکم اپنے عموم پر باقی رہ گیا' قتل کے معاملہ میں اس لئے کہ معافی پر اطلاع نہیں ہے اور امت کے لئے آپ کے بعد یہ حق حاصل نہیں کہ وہ آپ کے حق کو ساقط کر دیں اس لئے کہ آپ سے اس معاملہ میں اجازت نہیں آئی مگر اس (قتل) میں۔

سابقہ احادیث میں سے علماء کرام نے یہ فیصلہ ثابت کر دیا کہ جس کسی نے نبی اکرم ﷺ کی اہانت کی اور تنقیص شان کی تو اس کی سزا' سزائے موت ہے اور یہ حکم قتل امت کے لئے ثابت و قابل عمل رہے گا۔

رہا یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے بعض کو معاف فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور صاحب حق کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنا حق معاف کر دے اب کون قابل معافی ہے؟ اور کون نہیں ہے تو یہ امتیاز آپ کو حاصل تھا آپ کے بعد امت کے پاس اس امتیاز پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا گستاخ مرتد کی سزا' سزائے موت ہے۔

باجماع الامة علی قتل متنقصه من المسلمین و سابه و ممن حکی الاجماع علی ذلک ابن المنذر والخطابی و غیرهما کمحمد بن سحنون وعبارته: اجمع العلماء علی شاتم المتنقص له و جریان الوعید علیه و حکمه عند الائمة القتل فمن شک فی کفره و عذابه کفر. انتهی.

(پانچویں دلیل) اجماع امت ہے' آپ کی تنقیص شان کرنے والے اور آپ کو گالیاں دینے والے مسلمان کے قتل پر اور جس نے اسی پر اجماع کو بیان کیا ہے ابن منذر خطابی اور ان کے علاوہ بھی ہیں جیسے محمد بن سحنون ہیں' ان کی عبارت یہ ہے: علماء نے اجماع کیا ہے آپ کی تنقیص کرنے والے شاتم کے کفر پر' اس پر وعید کے جاری ہونے پر اور اس کا حکم ائمہ کے نزدیک قتل

ہے پس جس نے اس کے کفر اور عذاب
میں شک کیا' کافر ہو گیا۔

اور یہ اجماع قتل شاتم پر اس حدیث سے بھی ثابت ہے:

من بدل دینه فاقتلوه. جس نے اپنا دین بدل لیا اسے قتل کر دو۔

اور جو توہین و تنقیص کر کے دین سے نکل گیا تو وہ صرف مرتد عام کی طرح نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ سخت مرتد ہوتا ہے۔ عام مرتد کے لئے تو توبہ کرانے کا حکم ہے اگر مہلت مانگے تو تین دن کا وقفہ دیا جائے گا' اگر اسلام لے آیا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اگر ارتداد پر اصرار کرتا رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا' اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے لیکن قتل مرتد و گستاخ پر فقہاء کرام کا اجماع ہے' فرماتے ہیں کہ شاتم رسول کے لئے توبہ کرانے کی گنجائش نہیں ہے جیسے فقہاء حنفیہ کی عبارات نقل ہو چکی ہیں اور اس کی توبہ اس کی سزائے قتل کو معاف نہیں کرا سکتی ہے صرف اتنا ہے کہ قیامت میں اس کی توبہ اسے ہمیشہ کے عذاب جہنم سے بچا لے گی اگر اللہ اس کی توبہ قبول کر لے۔ حدود جاری ہوتی ہیں اور جاری رہیں گی' معافی دینا امت کا حق نہیں ہے' امت تو من بدل دینه فاقتلوه کے ظاہر پر عمل کرے گی۔

مجھے بہت بڑا تعجب ہے کہ ایک عام انسان کے عمداً قتل ناحق پر تو قصاص واجب ہو اور ایسے ہی باغی وغیرہ قسم کے لوگوں کی ایسی توبہ قبول نہیں ہوتی ہے جو ان کے قتل کو معاف کرا دے اور ایسے ہی محصن و محصنہ کا زنا سے توبہ کرنا رجم کو معاف نہیں کر سکتا ہے اور سارق و سارقہ چور مرد یا عورت کی توبہ قطع ید کی سزا معاف نہیں کرا سکتی ہے' ایسے ہی شراب نوشی کی سزا کو توبہ معاف نہیں کرا سکتی ہے اور نبی کی توہین و گستاخی کو کتنا آسان جرم سمجھ لیا گیا ہے کہ جس نبی کے ذریعے سارا دین ملا اور جن کی وجہ سے بے شمار نعمتیں ہر مسلمان اور کافر کو بالواسطہ یا بلاواسطہ مل چکی ہیں' ان کی اہانت و تنقیص اور سب و شتم جیسے بدترین جرم جو عالمی امن کو خطرے میں ڈال دینے والا ہے اس کی سزائے موت کو معاف کرنے کے لئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہو جاتا ہے کہ زبان سے ایک بار توبہ کر دے' بس اس کی گستاخیاں' ساری خرابیاں' بداخلاقیاں یکسر ختم ہو جاتی ہیں اور عالم اسلام کے خالص

مذہبی و ایمانی جذبات کو شدید مجروح کر کے بیک کلمہ توبہ پاک وصاف ہو کر جان و مال بچا لیتا ہے' یہ کتنا عظیم ظلم ہے' اس طرح کرنے سے بے ادب گستاخوں کو راہ مل جاتی ہے کہ گستاخیاں بولے' لکھے' پھیلائے گرفت وتنقید کے وقت بس اتنا کہہ دے کہ (میری توبہ ہے) بس بچ گیا۔

اہانت وتنقیص رسول کے اس جرم پر عالمی امن کے برباد ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور ایسے گستاخ و مرتد سلیمان رشدی کہ جو اپنی گستاخی پر اصرار کر رہا ہے اُسے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی حفاظت پوری عیسائیت و یہودیت کر رہی ہے تو اسے توبہ سے کیا غرض ہے اور اس کی کتاب سٹنک ورسز پر پابندی کون لگوائے جبکہ آزادیٔ رائے کا برطانوی قانون اس کی حمایت کر رہا ہے (نعوذ باللہ من ذلک) اگر مرتد کی سزا' سزائے موت کو توبہ کے بعد کالعدم قرار دیا جائے تو پھر اس جرم ارتداد کے راستے بند نہ ہو سکیں گے۔

ہماری نقل کردہ پہلی دلیل جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ عذاب مہین' اہانت و ذلت والا عذاب جرم عظیم کے ارتکاب پر قتل کے معنی میں ہوتا ہے' جرم بڑا ہو اور اس کی سزا صرف کلمہ پڑھنے سے سزا حد سے جان بچا لینا قرین قیاس وانصاف نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کر دی ہے اور ان کے لئے ذلت والا عذاب تیار ہے۔

عذاب مہین اور دنیا میں لعنت سے مراد قتل ہے کیونکہ اذیت رسول اور شتم رسول جرم عظیم ہے اور بڑے جرم کی سزا بھی بڑی ہونی چاہیے جو کہ قتل ہے۔

اور دوسری دلیل میں ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (التوبہ:۶۵'۶۶)

فرما دیجئے! کیا تم اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے' تم نے کفر کر لیا ایمان کے بعد۔

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ اور نبی کے ساتھ مذاق کرنا کفر وارتداد اور اہانت ہے اس کی سزا' سزائے موت ہے اور اس کی تفسیر اس آیت میں ہے:

اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا۔ (الاحزاب:۶۱)	انہیں پکڑا جائے اور خوب قتل کئے جائیں۔

یہ شتم و مذاق واہانت و تنقیص کی صورت میں سزائے قتل ہے اور ''من بدل دینه فاقتلوه'' سے بھی اہانت کی صورت میں ارتداد مراد ہے۔

قرآن و حدیث سے اذیت کی تفسیر ہوتی ہے کہ اذیت و اہانت کی صورت میں شاتم رسول کی توبہ کو آخرت پر چھوڑا جائے اور دنیا میں لعنت اور عذاب مہین سے مراد قتل کی سزا دی جائے۔

علامہ ابن حجر ان دونوں آیتوں سے ایسا کفر مراد لیتے ہیں جو آپ ﷺ کو اذیت دینے والا ہو' اس میں ہمارا بھی اختلاف نہیں کیونکہ ان آیتوں میں ایذاء دینے والا کفر بیان کیا گیا ہے لیکن ایذاء کی سزا دنیا و آخرت کی لعنت اور ذلت والا عذاب ہے اور یہ لفظی سزا نہیں ہے بلکہ معنوی سزا مراد ہے جو کہ قتل سے پوری ہو سکتی ہے۔

نیز ان کا یہ کہنا کہ توبہ اور اسلام لانے کے بعد قتل کرنا ان آیتوں سے ثابت نہیں' اس لیے درست نہیں کہ لعنت اور عذابِ مہین سے قتل مراد ہے اور دوسری آیتوں اور احادیث سے اس کی تفسیر مراد ہے۔

تیسری اور چوتھی دلیل کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ ان میں ان لوگوں کے کفر کے علاوہ عناد کا بھی ذکر ہے اور بس' اور اس کی تائید حدیث سے لاتے ہیں کہ:

قد اخبر صلى الله عليه وسلم انه لا عصمة لا حدم بعد دعوه الى الاسلام الا بالاسلام	آپ نے فرمایا کہ کسی کیلئے عصمت کا حق حاصل نہیں دعوی اسلام کے بعد مگر صرف اسلام کے ذریعے۔
فكل من المذكورين مهدر الدم لانه دعى الى الاسلام ولم يسلم فقتله لذلك لا لمجرد سبه للنبى صلى الله عليه وسلم	یہ مذکور گستاخ مباح الدم ہیں اس لئے کہ انہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے اور وہ اسلام نہ لائے تو ان کا قتل اسلام نہ لانے کی وجہ سے تھا نہ صرف نبی کریم ﷺ

کو گالی دینے کے سبب۔

یہ عجیب منطق ہے کہ صرف اسلام نہ ماننے سے ایک شخص مباح الدم تو ہو جاتا ہے اور اگر بانی اسلام کو گالیاں دے تو وہ مباح الدم نہ ہو' حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا انکار سارے اسلام کا انکار ہو جاتا ہے اس لیے کہ اسلام' نبی علیہ السلام نے امت کو عطا کیا ہے' گالیاں اور اہانت و تنقیص تو انکار سے بھی بدتر ارتداد ہے نیز قرآن نے تعظیم و توقیر کا حکم بیان کیا اور بے ادبی پر اعمال کا ضائع ہو جانا بتایا اور ایذاء پر قتل کا حکم دیا اور صحابہ کرام نے نبی علیہ السلام کی اہانت پر قتل کرنے کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔

اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس شخص کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ صرف تکذیب نبی کے جرم کی سزا دینا مقصود تھا یعنی تکذیب و کذب کی وجہ سے تھا جو کذب فتنہ و فساد پھیلانے کا باعث بنتا تھا اہل ایمان کے درمیان' تو اس کا حکم محاربت کا تھا:

فیکون بہ قد حارب اللہ و رسولہ و سعی فی الارض بالفساد فتحتم قتلہ لا لمطلق الکذب

تو تکذیب کرنے والے کا کذب اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محاربت اور زمین میں فساد پھیلانے کی سعی و کوشش کے حکم میں ہو گیا تو اس کا قتل کرنا ضروری ہو گیا تھا نہ کہ مطلق کذب کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔

ہم عرض کریں گے کہ جس تکذیب نبی کے باعث محاربت اور فساد کا اندیشہ' قتل کو واجب کرتا ہے تو جب نبی علیہ السلام کو سب و شتم' اہانت و تنقیص سے تکذیب اور تکذیب کے نتیجہ میں محاربت و فساد فی الارض پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے بدلہ میں قتل کرنا تو زیادہ تر ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ مطلق کذب و فتنہ سے وہ کذب و فتنہ زیادہ بدتر ہو جاتا ہے جب اس کے ساتھ اہانت و تنقیص نبوی شامل ہو جاتی ہے جیسے سلمان رشدی کی شیطانی آیات نے عالم اسلام کو الگ اور عالم کفر اور عیسائیت کو بالمقابل کر دیا ہے اور تیسری عالمی جنگ کا برطانیہ کے باشعور عوام میں غالب امکان محسوس کیا جا رہا ہے۔

یہ اپریل ۱۹۸۹ء تک کا احساس و انتباہ ہے اور جس عورت نے نبی اکرم ﷺ کی ہجو و عیب و نقص بیان کیا تھا اسے قتل کرنا کفر اور ہجو کے ذریعے ایذاء کے باعث تھا۔ تو ظاہر

ہے کہ نفس کفر اگر اصلی ہو تو محاربت کی شکل میں قتل کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور محاربت اس کے ساتھ نہ ہو تو پھر قتل ضروری نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص اسلام کے بعد دین کی کسی ضروری بات کا صرف انکار کر دے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے' اس کے لئے توبہ ضروری ہے ورنہ پھر قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے اور جس شخص نے دین کی ضروری بات کا انکار بطور اہانت و تنقیص کیا اور ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ کی گستاخی و توہین کر دی یا صرف نبی اکرم ﷺ کی اہانت و تنقیص شان کر دی تو ایسا شخص کافر بھی بن گیا' مرتد بھی ہو گیا اور شاتم رسول بھی ہو گیا اور شاتم رسول بدترین مرتد ہوتا ہے اسے بطور حد قتل کرنا ضروری ہوتا ہے' شاتم و متنقص و ساب ہونا ہی کفر و ارتداد اور فتنہ و سعی کا باعث ہوتا ہے۔

اب دوسرے فقہاء کرام حنفیہ وغیرہا رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں: امام فقیہ النفس فتاویٰ قاضیخاں میں فرماتے ہیں:

من قال دعنی اصر کافرا کفر	جس نے کہا مجھے چھوڑ دے کہ کافر ہو جاؤں تو کافر ہو جائے گا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

من عزم علی الکفر ولو بعد مائة سنة یکفر فی الحال	جس نے پختہ ارادہ کیا کفر پر گو سو سال کے بعد کرے ابھی سے کافر ہو جائے گا۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

من قال کدت ان اکفر کفر او قال دعنی فقد کفرت کفرای بظاهر کلامه و ان احتمل انه ارادقاربت الکفر	جس نے کہا قریب ہے کہ میں کفر کروں تو کافر ہو گیا یا کہا مجھے چھوڑ دے میں نے کفر کیا' کافر ہو گیا یعنی اپنے ظاہر کلام کے ساتھ کہ اس کا یہ کلام احتمال رکھتا ہے کہ اس کا ارادہ یہ ہو کہ میں کفر کے قریب ہوا۔

مجمع الانہر کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

من اضمر الکفر او هم به فهو کافر ومن کفر بلسانه طائعا و قلبه مطمئن بالایمان فهو کافر ولا ینفعه	جس نے کفر دل میں چھپایا یا اس کا ارادہ کیا تو وہ کافر ہے اور جو اپنی زبان کے ساتھ کفر خوشی کی حالت میں کہہ گیا اور اس کا

ما فی قلبه لان الکافر یعرف بما ینطق به بالکفر فاذا نطق بالکفر کان کافرا عندنا و عند الله

دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے پھر بھی کافر ہے اور جو اس کے دل میں ہے وہ اسے نفع نہیں دے گا اس لئے کہ کافر جانتا ہے کہ وہ جو بولتا ہے کفر ہے، جب اس نے کفر بول دیا تو کافر ہو گیا۔

اسی طرح کی ایک عبارت ہے:

ان الایمان التصدیق و هو منتف مع العزم

بیشک ایمان ایک تصدیق ہے اور وہ کفر پر عزم کرنے کے منافی ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ فیصلہ ظاہر کلام پر ہوتا ہے اور جس کے ظاہر کلام سے کفر واضح ہوتا ہو اس پر کفر کا حکم لگ جائے گا۔

شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم حنفی (اپنی کتاب الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ص ۱۸۹ میں) فرماتے ہیں:۔

لا تصح ردة السکران الا الردة بسب النبی صلی الله علیه وسلم فانه یقتل ولا یعفی عنه کذا فی البزازیة

نشے والے کی ردّت صحیح نہیں مگر جو ردّت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دینے کے سبب سے واقع ہو تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے درگزر نہیں کی جائے گی۔

معلوم ہوا کہ ساب و شاتم رسول کسی وجہ سے نہیں چھوڑا جائے گا۔ عام مرتد اور شاتم رسول کے بارے میں لکھتے ہیں:

کل کافر تاب فتوبته مقبولة فی الدنیا والاخرة الاجماعة الکافر بسب نبی و بسب الشیخین او احدهما و بالسحر ولو امراة وبالزندقة اذا اخذ قبل توبته

ہر کافر جس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول ہے دنیا اور آخرت میں مگر ایک جماعت جو نبی (علیہ السلام) اور شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) یا دونوں میں ایک کو گالیاں دینے کے سبب کافر ہو گیا ہو یا جادوگر گو عورت ہو اور زندقہ کی وجہ سے کافر ہو گیا ہو توبہ کرنے سے پہلے پکڑے جائیں،

توقتل کیے جائیں گے۔

وکل مسلم ن ارتد فانه یقتل ان لم یتب — ہر وہ مسلمان جو مرتد ہوا تو بے شک وہ قتل کیا جائے گا اگر توبہ نہ کی۔

یہ عام مرتد کی سزا اور شرطِ توبہ کا بیان ہے اور پہلے بیان کر دیا کہ جو ارتداد نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دینے سے واقع ہوگا اس کی سزا' سزائے موت ہے۔

مزید فرمایا:

والمرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی — اور مرتد اصلی کافر سے بدتر کافر ہے۔

اسی میں یہ عبارت ملاحظہ ہو:

الایمان تصدیق محمد صلی الله علیه وسلم فی جمیع ماجاء به من الدین ضرورة والکفر تکذیب محمد صلی الله علیه وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورة — ایمان حضرت محمد ﷺ کی تصدیق کرنا ہے دین کی تمام ان چیزوں میں جو ضروری ہوں اور کفر آپ ﷺ کی تکذیب کرنا ہے دین کے کسی ضروری امر میں۔

ولو تاب من حبط الاعمال وبطلان الوقف و بینونة الزوجة وقوله لا یتعرض له انما هو فی مرتد تقبل فی الدنیا و اما من لا تقبل توبته فانه یقتل کالردة بسب النبی صلی الله علیه وسلم والشیخین کما قد مناه — توبہ کے بعد مرتد کا پیچھا نہ کیا جانا اس مرتد کے بارے میں ہے جس کی توبہ دنیا میں قبول ہوتی ہے رہا وہ مرتد جس کی توبہ قبول نہ کی جائے تو بے شک وہ قتل کیا جائے گا جیسے وہ ردّت جو نبی اکرم ﷺ اور شیخین کو گالیاں دینے سے واقع ہوا۔

(الاشباہ والنظائر' ص ۱۹۰)

معلوم ہوا کہ شاتم رسول کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ عند اللہ اس کی توبہ قبول ہوگی اور اسے قیامت میں کام آ سکتی ہے لیکن دنیا میں وہ قابل معافی نہیں۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق باب احکام المرتدین میں علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

واجمعوا علی ان من شک فی ایمانه فهو کافر.

اور فقہاء نے اجماع کیا اس بات پر کہ جس کسی نے اپنے ایمان میں شک کیا تو وہ کفر کرنے والا ہے۔

وفی الجامع الصغیر اذا اطلق الرجل کلمة الکفر عمدا لکنه لم یعتقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یکفر لان الکفر یتعلق بالضمیر و لم یعقد الضمیر علی الکفر و قال بعضهم یکفر و هو الصحیح عندی لانه استخف بدینه. والحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر هازلا او لاعبا عند الکل ولا اعتبار باعتقاده کما صرح قاضیخان فی فتاوه و من تکلم بها مخطئا او مکرها لا یکفر عند الکل ومن تکلم بها عالما عامدا کفر عند الکل ومن تکلم بها اختیارا جاهلا بانها کفر ففیه اختلاف (بحرالرائق)

جامع صغیر میں ہے جب آدمی نے کلمہ کفر بولا قصداً لیکن اس نے کفر کا اعتقاد نہیں کیا تو ہمارے بعض احناف نے کہا ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہوا اس لیے کہ کفر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دل نے کفر پر عقد ہی نہیں کیا اور بعض فقہاء نے فرمایا کافر ہو جاتا ہے اور وہی صحیح ہے میرے نزدیک کیونکہ اس نے اپنے دین کو ہلکا کر دیا (یعنی بے ادبی کی) اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے کلمہ کفر ہنسی کرتے ہوئے یا کھیل کے طور پر بولا تو وہ کافر ہو گیا سب کے نزدیک اور اس کے اعتقاد کا کوئی اعتبار نہیں جس طرح اس کی صراحت قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے اور جس نے کلمہ کفر غلطی یا مجبوری سے بولا' سب کے نزدیک کافر نہ ہو گا اور جس نے کلمہ کفر جانتے ہوئے قصداً بولا تو سب کے نزدیک کافر ہے اور جس نے کلمہ کفر اپنی مرضی سے بولا یہ نہ جانتے ہوئے کہ وہ کفر ہے' تو اس (صورت) میں اختلاف ہے۔

صاحب بحر الرائق رِدّت کے بارے میں فرماتے ہیں' رِدّت کا حکم یہ ہے کہ مرتد یا تو توبہ کرلے یا پھر قتل کر دیا جائے اور کچھ مسائل ارتداد کے اس حکمِ ارتداد سے خارج ہیں۔

و يستثنى منه مسائل:	اور اس حکم سے کچھ مسائل خارج ہیں:
۱- الاولى الردة بسبه صلى الله عليه وسلم قال فى فتح القدير كل من ابغض رسول الله صلى الله عليه وسلم بقلبه كان مرتدا فالساب بطريق اولى ثم يقتل حدا عندنا فلا تقبل توبته فى اسقاطه القتل قال هذا مذهب اهل الكوفة و مالك ونقل عن ابى بكر رضى الله عنه	پہلا مسئلہ: وہ ردّت جو نبی علیہ کو گالیاں دینے کے ذریعے ہو' فتح القدیر میں فرمایا: جس نے رسول اللہ علیہ پر دل سے غضب و غصہ کیا وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ تو گالیاں دینے والا زیادہ طور پر مرتد ہے پھر ہمارے نزدیک بطور حد قتل کیا جائے گا' اس کی توبہ اس کے قتل کو ساقط کرنے میں قبول نہیں کی جائے گی۔ یہی اہل کوفہ کا مذہب ہے اور امام مالک کا اور حضرت ابو بکر صدیق سے یہی مذہب منقول ہے۔

معلوم ہوا کہ شاتم رسول کی ایسی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی جس سے اس کی سزائے موت بطور حد کے ساقط ہو جائے۔

صاحب بحرالرائق فرماتے ہیں:

والحق ان الذى يقتل ولا تقبل توبته هو المنافق	اور حق یہ ہے کہ جس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے وہ منافق ہے۔
۲- الردة بسب الشيخين ابى بكر و عمر رضى الله عنهما	دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دینا بھی قتل کو واجب کرتا ہے۔
۳- لا تقبل توبة الزنديق فى ظاهر المذهب و هو من لا يتدين بدين	تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی ظاہر مذہب میں اور زندیق وہ ہے جو کوئی دین نہ رکھتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی نے اپنی مشہور کتاب الاختیار لتعلیل المختار جو کلیہ اصول الدین جامعہ ازہر میں داخل نصاف ہے' میں ج ۴' ص ۱۴۵ پر فرمایا ہے:

واذا ارتد المسلم والعیاذ باللہ یحبس و یعرض علیہ الاسلام و تکشف شبھتہ فان اسلم والا قتل.

اور مسلمان جب مرتد ہو جائے اور اللہ کی پناہ (ارتداد سے) اسے قید کیا جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے اور اس کا شبہہ دُور کیا جائے اگر اسلام لایا (تو بہتر) ورنہ قتل کیا جائے گا۔

اس کی شرح میں خود ہی فرماتے ہیں:

اما حبسہ و عرض الاسلام علیہ لیس بواجب لانہ بلغتہ الدعوۃ والکافر اذا بلغتہ الدعوۃ لا تجب ان تعاد علیہ فھذا اولی لکن یستحب ذلک لان الظاھر انما ارتد لشبھۃ دخلت علیہ او ضیم اصابہ فیکشف ذلک عنہ لیعود الی الاسلام و ھو اھون من القتل و روی مثل ذلک عن عمر رضی اللہ عنہ.

مگر مرتد کا بند کر دینا اور اس پر اسلام کو پیش کرنا واجب وضروری نہیں ہے اس لئے کہ دعوتِ اسلام پہنچ چکی ہے اور کافر کو جب دعوت اسلام پہنچ چکی ہو پھر واجب وضروری نہیں کہ اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے یہ مسلم مرتد تو زیادہ بہتر حال ہے (کیونکہ مسلمانوں کو اسلام پہنچنے سے مسلمان کہا جاتا ہے) لیکن اس پر پیش کرنا مستحب ہے کیونکہ ظاہر حال بتا رہا ہے کہ وہ کسی شبہہ کی وجہ سے مرتد ہو گیا ہو گا یا گناہ وظلم اس کو پہنچ گیا ہو گا تو اس سے شبہہ (شیطانی) کو دُور کیا جائے گا تا کہ وہ اسلام کی طرف لوٹے اور یہ قتل سے آسان ہے اور اس کی مثل حضرت عمر سے مروی ہے۔

اس پر قرآن پاک سے دلیل بیان کرتے ہیں:

واما وجوب قتلہ فلقولہ تعالی تقاتلونھم او یسلمون والمراد اھل الردۃ نقلا عن ابن عباس وجماعۃ من المفسرین و قال علیہ الصلوۃ

اور مرتد کو قتل کرنے کا ضروری ہونا اللہ تعالیٰ کے فرمان کی وجہ سے ہے قتل کرو ان کو (مرتدوں کو) یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں اور مراد ان سے اہل ردّت ہیں' یہی

والسلام من [۲] بدل دینه فاقتلوه	ابن عباس اور مفسرین کی جماعت سے نقل ہے اور حضور علیہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے اپنا دین بدلا (چھوڑ دیا) تو اس کو قتل کرو۔

صاف معلوم ہوا کہ عام مرتد کی سزا' سزائے موت ہے اور اس سے توبہ کا مطالبہ واجب نہیں کیونکہ اسے اسلام پہلے سے پہنچ چکا ہے ہاں اگر وہ ازخود توبہ کر لیتا ہے تو قبول کیا جائے گا۔ جس کافر کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے اس کے سامنے اسلام پیش کرنا صرف مستحب ہے' ضروری و واجب نہیں ہے' تو مسلمان جب مرتد ہو جائے تو اس کے سامنے اسلام پیش کرنا کسی طرح بھی ضروری نہیں ہے' اس کی کوئی رعایت نہ کی جائے بلکہ اس کو قتل کیا جائے۔

مزید فرماتے ہیں:

(فان قتله قاتل قبل العرض لا شیء علیه) لانه مستحق للقتل بالکفر فلاضمان علیه	پس اگر مرتد کو کسی قاتل نے قتل کر دیا اسلام پیش کرنے سے پہلے تو قاتل پر کچھ (سزا) نہیں۔

اس طرح کا باحوالہ بیان پہلے بھی گذرا ہے۔ کسی مرتد کو قتل کرانے کے لئے وقت کے قاضی و جج کے پاس پیش کرنا اور باقاعدہ مقدمہ چلانا بہتر ہے تاکہ پر امن قانونی کارروائی کے راستہ کو عمل میں لایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ ﷺ نے اس پر کوئی پابندی لازمی نہیں ٹھہرائی ہے اسی لئے صحابہ کرام نے مقدمہ چلانے کی زحمت نہیں اٹھائی تھی' فرمانِ الٰہی اور فرمانِ رسول پر عمل کرنا ہی بس کافی ہے۔ لہٰذا مسلم حکومت میں حکومت اسلامی اسٹیٹ کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ مرتد کو سزائے موت دے اور اگر اسلامی اسٹیٹ اپنی ذمہ داری نہیں نبھا رہی ہے تو پھر مسلمان پبلک علمائے کرام کے فتوے کو شرعی حکم سمجھ کر عملی اقدام کریں اور اگر غیر مسلم ملک ہو تو حالات کا جائزہ لے کر مقدمہ بھی کرا سکتے ہیں اور اگر مرتد ہاتھ لگے تو اسے قتل بھی کر سکتے ہیں اور اس صورت میں قاتل پر کوئی شرعی جرم عائد نہیں ہوگا کیونکہ قاتل نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کو شریعت نے واجب القتل قرار دیا ہے تو گویا اس حال میں قاتل شرعی حکم کے نفاذ میں معاون ثابت ہوا اور شرعی حکم میں قتل مرتد مقصود تھا۔

حکم مرتد

مرتد کے حکم کے بارے میں ابن رشد قرطبی متوفی ۵۹۵ھ فرماتے ہیں:

والمرتد اذا ظفر به قبل ان یحارب فاتفقوا علی انه یقتل الرجل لقوله علیه الصلوة والسلام من بدل دینه فاقتلوه واختلفوا فی قتل المراة هل تستتاب قبل ان تقتل؟ فقال الجمهور تقتل المراة و قال ابو حنیفة لا تقتل شبها بالکافرة الاصلیة و الجمهور اعتمدوا العموم الوارد فی ذلک.

(ہدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۴۵۹)

اور مرتد پر جب اس کی محاربت سے پہلے ہی غلبہ پا لیا گیا تو فقہاء نے اتفاق اس بات پر کیا کہ مرد (مرتد) کو قتل کیا جائے بوجہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے کہ: جس کسی نے اپنے دین اسلام کو بدل دیا (چھوڑ دیا) تو اسے قتل کر دو۔ (مرتدہ) عورت کے قتل کرنے میں علماء نے اختلاف کیا ہے اور کہا مرتدہ عورت سے توبہ طلب کی جائے گی اس کے قتل کئے جانے سے قبل؟ تو جمہور نے کہا عورت مرتدہ قتل کی جائے گی اور ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مرتدہ عورت قتل نہ کی جائے گی' انہوں نے اس کو اصلی کافرہ عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور جمہور نے اس عموم پر اعتماد کیا ہے جو اس حدیث میں ہے۔

معلوم ہوا کہ مرتد کے قتل پر فقہاء کا اتفاق ہے کیونکہ حدیث میں قتل مرتد کا عمومی حکم ہے اور مرتدہ کے قتل میں قتل سے پہلے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے یا کہ نہیں' اس میں جمہور کے ہاں توبہ کا مطالبہ کرنے کے بغیر ہی اس کو قتل کیا جائے اور اس کی دلیل حدیث مذکور ہے جس میں بلاشرط قتل کرنے کا عام حکم موجود ہے۔

شمس الدین السرخسی اپنی کتاب مبسوط میں فرماتے ہیں:

اذا ارتد المسلم عرض علیه الاسلام فان اسلم والا قتل مکانه الا ان یطلب ان یوجل فاذا طلب

جب مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر اسلام لائے (تو بہتر) ورنہ اسی جگہ پر قتل کیا جائے۔ ہاں

ذلک اجل ثلثة ایام والاصل فی وجوب قتل المرتدین قوله تعالی او یسلمون قیل الایة فی المرتدین وقال صلی الله علیه وسلم من بدل دینه فاقتلوه و قتل المرتد علی ردته مروی عن علی وابن مسعود و معاذ وغیرهم من الصحابة رضی الله عنهم و هذا لان المرتد بمنزلة مشرکی العرب او اغلظ منهم جنایة فانهم قرابة رسول الله صلی الله علیه وسلم والقران نزل بلغتهم ولم یراعوا حق ذلک حین ارتد فکما لا یقبل من مشرکی العرب الا سیف او الاسلام فلذلک من المرتدین الا انه اذا طلب التاجیل اجل ثلثة ایام (الی) و ان لم یطلب التاجیل یقتل من ساعته فی ظاهر الروایة. الخ

اگر مرتد مہلت مانگے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے اور دلیل اصلی مرتدوں کے قتل کرنے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ او یسلمون (یعنی مرتد اسلام لائیں ورنہ قتل کئے جائیں) کہا گیا کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا دین بدل دیا تو اس کو قتل کرو اور مرتد کا قتل اس کی ردت کی وجہ سے ہے' یہ حضرت علی' ابن مسعود اور معاذ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور یہ اس لیے کہ مرتد عرب کے مشرکوں کی طرح ہے یا ان سے بھی زیادہ سخت ہے جنایت کے اعتبار سے کیونکہ مشرکین عرب' رسول اللہ ﷺ کی قرابت تھے اور قرآن ان کی زبان میں اترا حالانکہ انہوں نے اس کی حق رعایت ادا نہ کی جب وہ مرتد ہوئے تو جیسے مشرکین عرب سے کوئی سوائے قتل اور اسلام کے کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی' ایسے ہی مرتدوں سے بھی سوائے اسلام یا قتل کے کوئی دوسری چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر مرتد مہلت مانگے تو تین دن کی مہلت دی جائے گی (یہاں تک کہ) اگر مہلت نہ مانگے تو اس کو اسی وقت قتل کیا جائے' ظاہر روایت یہی ہے۔

معلوم ہوا کہ مرتد کو اسلام کی طرف لوٹنا پڑے گا ورنہ اسے قتل کرنا پڑے گا اور مرتد

مشرکین عرب کے حکم میں برابر ہیں اور یہ عام مرتدوں کا حکم ہے اور شاتم رسول کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے اسے صرف قتل کرنا ہے جیسے مرتد مشرکین عرب سے زیادہ سخت ہوتا ہے ایسے یہ شاتم رسول عام مرتد سے زیادہ اغلظ واشد ہوتا ہے۔

تین دن کی مہلت دینا صرف مستحب ہے اور یہ بھی اس مرتد کے لئے جو نیا نیا اسلام لایا ہو ہوسکتا ہے کہ اسے کوئی شبہہ واقع ہوگیا ہو چنانچہ اس کے شبہہ کو دُور کرنے کی کوشش کرنی ہوگی تاکہ وہ اسلام لے آئے۔

اب ہمارے زمانے میں دین کا حکم پختہ ہو چکا ہے اور حق ظاہر ہو چکا ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی شرک کرتا ہے تو یہ حسد و سرکشی کی وجہ سے کرتا ہے' ایسے مرتد کو بلا توبہ قتل کرنا ہی ہوگا۔

واما فی زماننا فقد استقر حکم الدین و تبین الحق فالاشراک بعد ذلک قد یکون تعنتا و قد یکون لشبهة دخلت علیه و علامة ذلک طلب التاجیل و اذا لم یطلب ذلک فالظاهر انه متعنت فی ذلک فلا باس بقتله

بہرحال ہمارے اس زمانہ میں بیشک احکام دین اسلام مضبوط و ظاہر ہو چکے ہیں اور حق واضح ہوگیا ہے' اس کے بعد شرک کرنا تکلیف دینے کی وجہ سے ہوگا اس پر کسی شبہہ کے پیش آنے کی وجہ سے ہوگا اور اس کی علامت یہ ہے کہ (مرتد) مشرک مہلت مانگتا ہے اور اگر مہلت نہیں مانگتا تو ظاہر یہی ہے کہ وہ تکلیف و اذیت پہنچاتا ہے اس معاملہ میں لہٰذا اس کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مزید ارشاد ہے:

وکان علی و عمر رضی الله عنهما یقولان اذا ارتد رابعا لم تقبل توبته بعد ذلک و لکن یقتل علی کل حال لانه ظهر انه مستخف مستهزی و لیس بتائب

اور حضرت علی اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب کوئی چوتھی بار مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ اس کے بعد قبول نہیں کی جائے گی اور ہر حال میں قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ دین کی خفت

اور استہزاء کرنے والا ہے اور توبہ کرنے والا نہیں ہے۔

اس عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر عام مرتد چوتھی بار توبہ کرتا ہے تو وہ قابل قبول اس لئے نہیں کہ ایسا مرتد شبہہ کی وجہ سے ارتداد نہیں کر رہا ہے بلکہ دین کا استہزاء کر رہا ہے اور ایسے استہزاء کی سزا قتل ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک بھی عام مرتد کے حکم سے دین کا استہزاء کرنے والا الگ اور مستثنیٰ ہے اور اس کی سزا صرف قتل ہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بار بار مرتد ہونے والے کے بارے میں کوشش کی جائے اور پھر بھی اس کی ردت ظاہر ہو جائے گی تو اسے توبہ کرنے سے پہلے ہی جلدی سے قتل کیا جائے کیونکہ ایسا کرنے والا دین سے استہزاء اور اس کا استخفاف کرنے والا ہے۔ دین اسلام سے استہزاء کرنے والے کی توبہ معتبر نہیں ہے بلکہ اسے قتل کرنا ہی اس کی سزا ہے۔

قتل قبل ان يستتاب لانه قد ظهر منه الاستخفاف و قتل الكافر الذى بلغته الدعوة قبل الاستتابة جائز	اور ایسے مرتد کو توبہ سے پہلے قتل کیا جائے' اس لئے کہ اس سے استخفاف ظاہر ہو چکا ہے اور اس کا قتل کر دینا جس کو دعوت پہنچ چکی ہو طلب توبہ سے پہلے جائز ہے۔

معلوم ہوا کہ عام مرتد جو بار بار ارتکابِ ارتداد کرتا ہے اس کا حکم شاتم رسول کے حکم میں ہے:

ان قتل المرتد على ردته حد: (مبسوط ص ۱۱۸ احکام المرتدین)	اور مرتد کو قتل کر دینا اس کی ردت کی وجہ سے بطور حد ہے۔

فقہ حنفی کے معتبر فتاوے بزازیہ مؤلفہ امام حافظ الدین محمد بن محمد شہاب المعروف بابن البزار الکردری الحنفی المتوفی ۸۲۷ھ میں ہے:

الا اذا سب الرسول عليه الصلوة والسلام او واحد من الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانه يقتل حدا ولا	مگر جب مرتد نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیں یا کسی ایک نبی کو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے گالیاں دیں تو بے شک اس

توبة له اصلا سواء بعد القدرة عليه والشهادة او جاء تائبا من قبل نفسه كالزنديق لانه حد وجب فلايسقط بالتوبة كسائر حقوق الادميين وكحد القذف لا يسقط بالتوبة بخلاف ما اذا سب الله تعالى ثم تاب لانه حق الله تعالى

کو قتل کیا جائے گا بطور حد کے اس کی کوئی توبہ اصلاً نہیں ہے چاہے اس پر قدرت وشہادۃ موجود ہوتے ہوئے یا وہ اپنے آپ توبہ کر لے جیسے زندیق ہے اس لئے کہ یہ قتل کی سزا حد ہے جو واجب ہو چکی ہے تو یہ حد توبہ سے ساقط نہ ہوگی جیسے باقی تمام انسانی حقوق ہیں اور جیسے حد قذف توبہ کے ساتھ ساقط نہیں ہوتی ہے بخلاف اس کے کہ جب اللہ تعالیٰ کو گالیاں دے اور بعد میں توبہ کر لے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

قلنا اذا شتمه عليه الصلوة والسلام سكران لا يعفى و يقتل ايضا حدا و هذا مذهب ابى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه والامام الاعظم والثورى و اهل الكوفة والمشهور من مالك و اصحابه قال الخطابى لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله اذا كان مسلما و قال ابن سحنون المالكى اجمع العلماء على ان شاتمه كافر و حكمه القتل ومنشك فى عذابه و كفره كفروقال الله تعالى فيه ملعونين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا.

ہم کہتے ہیں کہ جب کسی نے نبی اکرم ﷺ کو نشہ میں گالیاں دیں تو اسے معاف نہ کیا جائے اور یہی مذہب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے اور امام اعظم اور امام ثوری اور اہل کوفہ کا ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور یہی امام مالک اور آپ کے ساتھیوں کے مذہب سے مشہور ہے اور خطابی نے کہا ہے کہ: میں نہیں جانتا کسی ایک مسلمان کو کہ جس نے اس کے وجوب قتل میں اختلاف کیا ہو جبکہ گالیاں دینے والا مسلمان ہو اور ابن سحنون مالکی نے فرمایا علماء نے اجماع کیا ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے اور جو اس کے عذاب و کفر

الایة

(ارتداد) میں شک کرے وہ (بھی) کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے (مرتد) کافر کے بارے میں فرمایا ملعون ہیں، جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور چن چن کر قتل کیے جائیں۔

گستاخ مرتد کے حکم قتل کے بارے میں بطور تائید ایک حدیث نقل کی ہے:

وروی عن عبد الله بن موسی (الی) انه صلی الله علیه وسلم قال من سب نبیا فاقتلوه و من سب اصحابی فاضربوه وامر رسول الله صلی الله علیه وسلم بقتل کعب بن الاشرف بلا ایزار و کان یؤذی رسول الله و کذا امر بقتل رافع الیهودی و کذا امر بقتل ابن خطل لهذا و ان کان متعلقا باستار الکعبة و دلائل المسئلة تعرف فی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول.

اور روایت کی گئی ہے عبد اللہ بن موسیٰ سے (یہاں تک) کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی نبی کو گالیاں دیں تو اس کو قتل کر دو اور جس نے میرے اصحاب کو گالیاں دیں تو اسے مارو اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کعب بن اشرف کے قتل کرنے کا بغیر پناہ دینے کے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتا رہا اور ایسے ہی حکم دیا رافع یہودی کو قتل کرنے کا اور ابن خطل کو قتل کر دینے کا بھی حکم دیا اسی اذیت دینے کی وجہ سے گو کہ وہ کعبہ کے (غلاف کے) پردوں کے ساتھ لٹکا تھا اور اس مسئلہ (شتم رسول) کے دلائل الصارم المسلول میں معروف ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آیہ کریمہ اور احادیث مبارکہ سے واضح ثبوت مل گیا کہ شاتم رسول اور موذیٔ رسول اللہ ﷺ کی سزا صرف قتل ہی ہے جس پر فقہ حنفی کی شہادت موجود ہے۔

مکالمہ میں کفریہ کلمات بولنے کا حکم

سوال جلسوں میں مکالمے کئے جاتے ہیں، دو بچوں میں سے ایک بچہ خود کو کافر ظاہر

کرتا ہے' لباس بھی ایسا ہی پہنتا ہے (ہیٹ' شرٹ وغیرہ) البتہ عقیدہ ایسا نہیں ہوتا' اجلاس میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے یا تعلیم کی غرض سے ایسا کیا جاتا ہے۔ کافر بننے والا لڑکا کہتا ہے کہ میں خدا کا منکر ہوں' خدا کا اقرار حماقت ہے وغیرہ وغیرہ کفریہ کلمات کہتا ہے۔ جواب دینے والا بچہ اس کو ''اے کافر بچے'' اور ''مردود'' وغیرہ کہتا ہے تو ایسے مکالمہ میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

جواب ضرورۃً کسی منکر خدا اور مخالف اسلام کا کفریہ کلمہ اور عقیدہ نقل کیا جا سکتا ہے کہ فلاں یوں کہتا ہے اور فلاں کا عقیدہ یہ ہے اور حکم بیان کرنے کی غرض سے کہا جا سکتا ہے کہ یوں کہنا کفر ہے اور یوں کہنا کفر نہیں ہے۔ اسی طرح حالت اکراہ اور سخت ترین حالت خوف میں' دل میں ایمان پر قائم رہتے ہوئے صرف زبان سے کلماتِ کفر بولنے کی اجازت ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل:۱۰۶)

جس نے اللہ کا انکار کیا ایمان لانے کے بعد مگر وہ جو مجبور کیا گیا حالانکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ اطمینان والا ہے۔

اس کے علاوہ علی سبیل الاختیار ہنسی مذاق میں یا تعلیمی مقصد سے بے تحاشا زبان سے کلمات کفریہ بولنا اور محض ڈھونگ کے لئے کافرانہ اور فاسقانہ لباس پہننا خود کو غیر مسلم بتلانا جیسا کہ سوال میں مذکور' اگرچہ عقیدہ ایسا نہ ہو' ناجائز اور حرام ہے۔ بعض صورتوں میں اندیشہ کفر بھی ہے۔

مالا بدمنہ میں ہے:

اگر کسے کلمہ کفر عمداً گفت لیکن اعتقاد بکفر نہ کرد بعضے علماء گفتہ اند کہ کافر نشود کہ کفر از اعتقاد تعلق دارد و بعضے گفت لیکن اعتقاد بکفر نہ کرد' بعضے علماء گفتہ اند کہ کافر شود کہ رضا است بکفر۔ (ص ۴۵)

اور مجموعہ فتاویٰ میں ہے:

کلمۂ کفر بولنا عمداً اگرچہ اعتقاد اس پر نہ ہو کفر ہے۔ (ج ۲' ص ۳۶۰)

مولانا رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا کہ:

حضرت ہمارا عقیدہ فلسفی مسائل پر نہیں ہے صرف زبان ہی سے ان کو پڑھتے پڑھاتے ہیں' اس میں کیا حرج ہے؟

انہوں نے کہا: اول تو زبان سے کفر و شرک کا نکالنا اور ان کو دلائل سے ثابت کرنا' اس کے اعتراضات کو دفع کرنا خود دلیل عقیدہ کی ہے اور اگر بالفرض عقیدہ نہ ہو تب بھی حرام اور موجب غضب خداوندی ہے' مثلاً کوئی شخص تم کو گدھا سور کہے یا کوئی مغلظ گالی دے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص عقیدہ نہیں رکھتا کہ تم گدھے سور یا ایسے ہو جیسا وہ گالی میں تمہیں بتلا رہا ہے' صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے مگر بتلاؤ تو سہی تمہیں اس پر غصہ آئے گا یا نہیں؟ ضرور آئے گا۔ پس ایسے ہی سمجھو کہ کلمات کفر و شرک ضرور موجب غضب خداوندی ہوں گے کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات حیادار سے حیادار مسلمان سے بھی زیادہ غیور ہے۔

(تذکرۃ الرشید' ج ۱' ص ۹۴)

الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ میں ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی متوفی ۴۵۰ھ فرماتے ہیں:

ومن اقام علی ردته و لم یتب وجب قتله رجلا کان او امراۃ و قال ابو حنیفۃ لا اقتل المراۃ بالردۃ وقد قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالردۃ امراۃ کانت تکنی ام رومان ولا یجوز اقرار المرتد علی ردتہ بجزیۃ ولا عھد ولا توکل ذبیحتہ ولا تنکح منہ امراۃ.	اور جو شخص ردّت پر قائم رہا اور توبہ نہ کی اس کا قتل واجب ہے چاہے مرد ہو یا عورت اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں عورت کو ردت کی وجہ سے قتل نہیں کرتا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے قتل کا حکم دیا ردت ہی کی وجہ سے اس عورت کو جس کی کنیت ام رومان تھی اور یہ جائز نہیں کہ مرتد کو جزیہ یا معاہدہ کی بناء پر رہنے دیا جائے اور مرتد کا ذبیحہ نہ کھایا جائے اور نہ کوئی عورت اس کے ساتھ نکاح کرے۔

معلوم ہوا کہ مرتد مرد ہو یا عورت' اگر وہ ارتداد پر قائم رہتے ہیں تو ان کو قتل کرنا واجب ہو جاتا ہے اور مرتد کو ردت پر جزیہ یا عہد وغیرہ کی سہولتوں پر نہ ٹھہرایا جائے' اس کو امن نہ دیا جائے نہ کسی سفارش یا کسی بڑی شخصیت کی مداخلت کی وجہ سے اسے معاف کیا

جائے اور نہ ہی اسلامی ریاست کی (اپنے فرائض و ذمہ داریوں میں) کوتاہیوں کی وجہ سے مرتد کی سزا میں کمی کی جائے غیر مسلم حکومتوں سے بغیر کسی خطرہ وخوف کے مرتد کی سزا پر ہر طرح کے مجاہدہ سے کام لیا جائے' مفید تحریری بیانات کے ذریعہ ہو یا تقریری دلائل و مطالبات کے ذریعے ہو' جلوس ومظاہرے ہوں یا سیاسی و مذہبی دباؤ کے ذریعے سے ہوں یا سفارتی وتجارتی ذرائع سے ہوں غرض ہر ممکن قوت کو استعمال کر کے اسلام کے دشمنوں اور گستاخوں کا مقابلہ کرنا عین جہاد ہے۔ اسلامی حکومتوں کو مداہنت کی بجائے جرأت ایمانی' مجاہدۂ اسلامی کا عملی مظاہرہ کرنا ان کے فرائض اسلامی میں داخل ہے۔

حضرت علی کا زندیق کے بارے میں فیصلہ قتل

بخاری شریف کی روایت میں ہے:

حدثنا ابو النعمان محمد بن الفضل حدثنا حماد ابن زيد عن ايوب عن عكرمة قال اتى على رضى الله عنه بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله عليه وسلم و لقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه. (حدیث نمبر ۱۸۱۴)

ابو النعمان' محمد بن فضل' حماد بن زید' ایوب' عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس زنادقہ لائے گئے۔ حضرت علی نے انہیں جلا دینے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابن عباس کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں ہوتا تو ان کو جلانے کا حکم نہ دیتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے بلکہ ان کو قتل کرتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنا دین بدل ڈالا اسے قتل کر دو۔

مسدد' یحییٰ' قرہ بن خالد' حمید بن ہلال' ابو بردہ' حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ اشعریوں کے دو آدمی تھے' ایک میرے دائیں ہاتھ کی طرف اور دوسرا بائیں طرف تھا اور آنحضرت ﷺ مسواک فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے درخواست کی (کہ کہیں کا عامل مقرر کر دیں) تو آپ نے ارشاد فرمایا اے ابو موسیٰ! یا یہ فرمایا اے عبداللہ بن قیس! ابو موسیٰ

کہتے ہیں کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے انہوں نے مجھے اپنے دل کی بات نہیں بتائی اور نہ میں جانتا تھا کہ یہ دونوں کسی عہدہ کے لئے درخواست کریں گے اور میں گویا آپ کی مسواک کو دیکھ رہا تھا جو آپ اپنے ہونٹوں میں دبائے ہوئے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم درخواست کرنے والے کو کبھی عامل نہیں بناتے لیکن اے ابو موسیٰ! یا فرمایا اے عبداللہ بن قیس! تم یمن کو جاؤ' پھر ان کے پیچھے معاذ بن جبل کو روانہ کیا۔

جب معاذ یمن پہنچے تو ابوموسیٰ نے ان کے لئے بچھونا بچھایا اور کہا کہ اترو! تو اس وقت ایک آدمی کو ان کے پاس دیکھا جو بندھا ہوا تھا' پوچھا کیا ہے؟ کہا یہ یہودی ہے' پھر اسلام لایا پھر یہودی ہو گیا۔ ابوموسیٰ نے کہا بیٹھ جاؤ' انہوں نے کہا:

لا اجلس حتی یقتل فضاء الله و رسوله ثلاث مرات فامر به فقتل.	میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ قتل نہ کیا جائے اللہ اور اس کے رسول کا یہی حکم ہے' تین بار یہ کہا چنانچہ حکم قتل پر قتل کر دیا گیا۔

بخاری شریف **باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردة** (اس شخص کا قتل جو فرائض کے قبول کرنے سے انکار کرے اور جس کی طرف ارتداد کی نسبت کی جائے) میں ہے:

حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شهاب اخبرنی عبید الله بن عبد الله بن عتبة ان اباهریرة قال لما توفی النبی صلی الله علیه وسلم واستخلف ابوبکر و کفر و من کفر من العرب قال عمر: یا ابابکر کیف تقاتل الناس و قد قال رسول الله صلی	یحیٰی بن بکیر' لیث' عقیل' ابن شہاب' عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ' حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ وصال فرما گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو عرب کے بعض لوگ کافر ہو گئے تو حضرت عمر نے کہا کہ اے ابوبکر! آپ کس طرح لوگوں سے جہاد کریں گے' جب کہ

اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ و نفسہ الا بحقہ و حسابہ علی اللہ	رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان و مال بچا لیا مگر اس کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔
قال ابوبکر واللہ لا قاتلن من " فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا کانوا یودونھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعھا	حضرت ابوبکر نے کہا بخدا میں اس سے ضرور بالضرور جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا اگر یہ لوگ ایک بکری کا بچہ بھی جو حضور ﷺ کو دیتے تھے، مجھے نہ دیں گے تو میں ان سے اس زکوٰۃ کے نہ دینے پر جہاد کروں گا۔
قال عمر فواللہ ما ھو الا ان رایت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق.	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اللہ نے ابوبکر کا سینہ جہاد کے لئے کھول دیا ہے چنانچہ میں نے جان لیا کہ وہ حق پر ہیں۔

یہ تین احادیث مبارکہ بخاری شریف کی ہیں اور ان سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- مرتد کے بارے میں حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے موت کی سزا دی جائے۔

۲- یہ بھی معلوم ہوا کہ مرتد کی سزائے موت، الفاظِ حدیث میں صراحۃً وارد ہے۔ جس کی وجہ سے صحابہ کرام نے عملی مظاہرہ کیا نیز امیر المومنین خلیفہ اول نے منکرین زکوٰۃ سے جہاد فرمایا جس پر صحابہ کرام کا عملی اجماع منعقد ہو چکا۔

۳- یہ بھی واضح ہوا کہ جس طرح سارے دین کا انکار کرنا کفر و ارتداد ہے ایسے ہی کسی

ایک فرض اسلامی کا انکار بھی کفر ہے' ارتداد ہے۔

۴۔ خلیفۂ اول کے اقدام جہاد سے معلوم ہوا کہ مرتدین کے خلاف کاروائی کرنا اسلامی ریاست کا فرض ہے۔

جس طرح خلیفۂ اول نے مرتدین کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے بعض صحابہ کرام کی عارضی مصلحت کو نظر انداز فرمایا ایسے ہی حکمران اور عوام بھی مصلحتوں پر دینی غیرت وتحفظ کو اولیت دیں جیسے حضرت معاذ بن جبل نے بحیثیت نائب ہونے کے اپنے اعلیٰ امیر ابو موسیٰ اشعری سے مرتد کے خلاف سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا ایسے ہی عوام و خواص یا ادنیٰ طبقہ کو حکمران اعلیٰ اور گورنمنٹ سے مرتد کے قتل کے لئے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

اسحاق بن ابراہیم حنظلی اور عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن مسور الزہری' سفیان بن عیینہ' عمرو' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کعب بن اشرف کو کون قتل کرتا ہے؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ستا رکھا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر ڈالوں؟ آپ نے فرمایا ہاں' محمد بن مسلمہ نے کہا مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہہ لے چنانچہ محمد بن مسلمہ اس کے پاس آئے اور کعب سے باتیں کیں اور اپنا اور حضور کا معاملہ بیان کیا اور کہا اس شخص (حضور) نے صدقہ لینے کا ارادہ کیا اور ہمیں تکلیف دے رکھی ہے (یہ تعریض ہے)۔ جب کعب نے یہ سنا تو بولا خدا کی قسم ابھی تمہیں اور تکلیف ہوگی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اب ہم اس کے شریک ہو چکے ہیں اور اس کا چھوڑ دینا بھی برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم اس کا انجام نہ دیکھ لیں کہ کیا ہوتا ہے؟ محمد بن مسلمہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے قرض دو' کعب نے کہا کہ تم میرے پاس کیا چیز رکھو گے؟ ابن مسلمہ بولے جو تم چاہو' کعب نے کہا اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ ابن مسلمہ بولے تم عرب کے حسین ترین آدمی ہو ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟ کعب بولا اچھا اپنے بچے رہن رکھ دو' ابن مسلمہ بولے کہ بعد میں ہمارے بچوں کو عار دلائی جائے گی اور کہا جائے گا کہ دو وسق کھجور کے عوض تمہیں رہن رکھا گیا البتہ ہم اپنے ہتھیار تیرے پاس رہن رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا اچھا' ابن مسلمہ نے کعبؓ سے وعدہ کیا تھا کہ حارث اور ابوعبس بن جبیر اور

عباد بن بشر کو تمہارے پاس لے کر آؤں گا چنانچہ یہ حضرات اس کے پاس آئے اور رات ہی کو اسے بلایا' کعب نیچے اترنے لگا تو اس کی بیوی بولی ایسی آواز آ رہی ہے جیسا کہ خون کی ہو۔کعب بولا محمد بن مسلمہ اور اس کا بھائی اور ابو نائلہ ہی ہیں اور شریف آدمی کو تو اگر رات کے وقت بھی نیزہ بازی کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ قبول کرتا ہے۔

ابن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ جب کعب آئے گا تو میں اس کے سر کی طرف ہاتھ بڑھاؤں گا' جب میں اس پر قابو پا لوں تو تم اس پر حملہ کر دینا چنانچہ جب کعب اترا تو سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ سے خوشبو کی مہک آ رہی ہے' وہ بولا میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب میں سب سے معطر ہے' ابن مسلمہ نے کہا کیا آپ مجھے سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا ہاں سونگھ لو' ابن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا' پھر پکڑا پھر سونگھا' پھر سونگھنے کے لئے آمادہ ہوئے تو مضبوطی سے اس کا سر پکڑ لیا' پھر اپنے ساتھیوں سے کہا' لو' چنانچہ اس کا کام تمام کر دیا گیا۔

مسلم شریف میں ہے:

فاستمکن من راسه ثم قال دونکم قال فقتلوه	تو مضبوطی سے اس کا سر پکڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہا' لو ! تو کعب بن اشرف (گستاخ) کو انہوں نے قتل کر دیا۔

(کتاب الجہاد والسیر)

اس طویل واقعہ کو نقل کرنے سے تاریخی حیثیت واضح ہو جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی مرضی اور فرمان یہی تھا کہ گستاخ رسول کعب بن اشرف کو سزائے موت دی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بخاری شریف کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ باب ۹۶۳ میں ہے:

انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض (المائدہ:۳۳)	ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں صرف یہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں خلاف سے کاٹ دیئے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔

حدیث ۱۷۰۷ میں ہے:

حدثنا علی بن عبد الله حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی حدثنی یحي بن ابی کثیر قال حدثنی ابو قلابة الجرمی عن انس رضی الله عنه قال قدم علی النبی صلی الله علیه وسلم نفر من عکل فاسلموا فاجتووا المدینة فامرهم ان یاتوا ابل الصدقة فیشربوا من ابوالها والبانها ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعانها واستاقوا فبعث فی اثارهم فاتی بهم فقطع ایدیهم وارجلهم و سمل اعینهم ثم لم یحسمهم حتی ماتوا

علی بن عبد اللہ' ولید بن مسلم' اوزاعی' یحییٰ بن ابی کثیر' ابو قلابہ جرمی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عکل کے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا' مدینہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہ ہوئی تو آپ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں کے پاس جائیں اور ان کا پیشاب اور دودھ پئیں۔ انہوں نے اسی طرح کیا تندرست ہو گئے' پھر وہ لوگ مرتد ہو گئے اور آپ کے چرواہوں کو قتل کر کے (مویشی لے بھاگے) آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے اور ان کی آنکھیں پھروا دیں اور ان کو کاٹنے کی جگہ پر داغ نہیں لگوایا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

اس حدیث کے واقعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد ارتداد کے اس قسم کے جرائم میں سزائے موت دی جائے گی اور متعدد جرائم پر متعدد سزائیں بھی دی جا سکتی ہیں گو کہ صرف قتل کرنا بھی اس قسم کے جرائم میں کافی ہو جاتا ہے اور اس سے قتل مرتد کا اثبات بھی ہو جاتا ہے۔

حیرت ہے ان ماڈرن مسلمانوں پر جو دین اسلام کی قطعیات کو اپنے چھوٹے سے دماغ و عقل کے پیمانے میں موازنہ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور اجماع امت سے تو یہ بات ثابت ہے کہ مرتد کا قتل واجب ہے اور بخاری شریف کی حدیث میں عام حکم ہے:

من بدل دینه فاقتلوه.

اور یہ ماڈرن مسلمان مرتد کے قتل کے منکر ہیں حالانکہ قتلِ مرتد قرآنِ حکیم سے بھی

ثابت ہے جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے نیز عارضی حکومت کا باغی لائق قتل ہے تو حکومت الٰہیہ کا باغی بھی قابل قتل ہونا چاہیے کیونکہ مرتد ربانی حکومت کا باغی ہوتا ہے۔

حدیث مذکور میں مثلہ کا ذکر آیا ہے' یہ سزا یا تو ابتدائی مرحلہ میں مدینہ منورہ میں دی گئی تھی' بعد میں مثلہ کرنے کی یہ سزا ممنوع قرار دے دی گئی یا یہ سزا اس لئے دی گئی تھی کہ ان لوگوں نے بھی حضور ﷺ کے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا تو قصاصاً ایسا کرنا مناسب حال تھا' ایک مجرم کے متعدد جرائم کو اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ (از مرقات)

اب بھی قصاصاً مُثلہ کرنا جائز ہے سزا کے طور پر منع ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

مُثلہ کے لغوی معنی سخت سزا کے ہیں اور اصطلاح شرع میں میت یا مقتول کے ہاتھ' پاؤں' ناک' آنکھ وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں۔

وعن علی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سیخرج قوم فی اخر الزمان حداث الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول البریة لا یجاوز ایمانهم حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة فاینما لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم یوم القیمة. (متفق علیه)

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی' نوعمر' عقل کے ہلکے' کلام کریں گے مخلوق کے بہترین قول (قرآن کریم) سے' ان کا ایمان ان کے گلے سے نہ اُترے گا' دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے' تو تم جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کر دو کہ قیامت کے دن ان کے قتل میں ثواب ہے ان کے لئے جو انہیں قتل کرے گا۔ (بخاری و مسلم شریف)

یعنی دعوائے اسلام کے باوجود وہ دین سے نکل گئے ہوں گے اور انہیں اس لیے قتل کر دو کہ وہ مرتد ہو چکے ہوں گے یا سلطان اسلام کے باغی ہونگے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ خوارج' باغی اور مرتد کا قتل صرف جائز ہی نہیں بلکہ کارِ ثواب ہے اس حدیث کے الفاظ ہیں:

فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ.

یعنی جہاں کہیں پاؤ' زمین کے کسی خطہ میں خشکی میں' تری میں' اپنے مسلم ملک میں یا

غیر مسلم ملک میں' یہ فسادی مرتد ہیں انہیں قتل کر دو' تمہیں ثواب ملے گا۔ سلطنت الٰہیہ کا دشمن و باغی سلطنت الٰہیہ کے کسی حصہ میں پایا جائے' وہ واجب القتل ہے اور اس کی سزا' سزائے موت متعین ہے۔

صاحب فتح القدیر نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے:

وفی الدراية قال فی الزنديق لنا روايتان فی رواية لا تقبل توبته كقول مالك و احمد و فی رواية تقبل كقول الشافعی و هذا فی حق احكام الدنيا اما فی ما بينه و بين الله جل ذكره اذا صدق قبله سبحنه وتعالى بلاخلاف.

(فتح القدیر' ج ٦' ص ٧٠)

درایہ میں ہے فرمایا: زندیق کے بارے میں ہماری دو روایتیں ہیں' ایک روایت میں ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جیسے امام مالک اور احمد کا قول ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ توبہ قبول کی جائے گی جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے اور یہ قبول توبہ احکام دنیا کے حق میں ہے' باقی توبہ کرنے والے اور اللہ جل ذکرہ کے درمیان (جو معاملہ ہے) جب توبہ کرنے والا سچائی کر گیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا بغیر کسی خلاف کے۔

وما عن ابی يوسف : لو فعل ذلك مرادا القتل غلبة

اور جو امام ابو یوسف کی طرف سے ہے کہ اگر کسی نے ارتداد و زندقہ بار بار کیا تو حیلہ سے اسے قتل کر دیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک بھی زندیق و مرتد کی توبہ قبول نہ کرنے کو ترجیح حاصل ہے۔

مالك عن زيد بن اسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من غير دينه فاضربوا عنقه قال مالك و معنى قول النبی صلى الله عليه وسلم فيما نرى والله اعلم من

امام مالک حضرت زید بن اسلم سے بیان کرتے ہیں کہ: بے شک رسول اللہ نے فرمایا جس نے اپنا دین (اسلام) بدلا تو اس کی گردن مارو۔ امام مالک نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے اس قول کا معنیٰ ''جس نے

غیر دینہ فاضربوا عنقہ انہ من خرج من الاسلام الی غیرہ مثل الزنا دقۃ و اشباھم فان اولئک اذا ظھر علیھم قتلوا و لم یستتا بوالا نہ لا یعرف توبتھم و انھم کانوا یسرون الکفر و یعلنون الاسلام فلا اری ان یستتاب ھؤلاء ولا یقبل منھم قولھم و اما من خرج من الاسلام الی غیرہ و اظھر ذلک فانہ یستتاب فان تاب والا قتل ذلک. (باب القضاء فیمن ارتدعن الاسلام)

اپنا دین بدلا تو اس کی گردن مارو' یہ ہے کہ جو اسلام سے کسی دوسرے دین کی طرف نکلے جیسے زندیق لوگ ہیں اور جو ان کی مثل ہیں۔ بے شک ان (مرتدوں) پر جب غلبہ پا لیا جائے انہیں قتل کیا جائے اس لیے کہ ان کی توبہ کی معرفت و پہچان نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ یہ لوگ کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ میری رائے یہ نہیں کہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور نہ ان کی بات (توبہ) قبول کی جائے اور جو اسلام سے غیر دین کی طرف نکلا اور اس بات کو ظاہر کرے تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا' اگر توبہ کر جائے تو بہتر ورنہ اسے قتل کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ جو مرتد توبہ نہ کرے اسے قتل کر دیا جائے گا اور ان سے توبہ کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے گا کہ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام حجتہ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی متوفی ۳۷۰ھ اپنی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالی (وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ (التوبہ:۱۲)

اور اگر وہ لوگ اپنی قسموں کو توڑ دیں عہد کرنے کے بعد اور تمہارے دین میں طعنے دیں تو کفر کے پیشواؤں (لیڈروں) سے جنگ وقتال کرو۔

فیہ دلالۃ علی ان اھل العھد متی خالفوا شیئا مما عوھدوا علیہ و طعنوا فی دیننا فقد نقضوا العھد.

اس آیت میں اس بات پر رہنمائی ہے کہ ذمی لوگ یا جن سے معاہدہ ہو جب یہ لوگ جن جن چیزوں پر عہد کر چکے ہیں ان

میں کسی شے کی مخالفت کر لیں اور ہمارے دین (اسلام) میں طعنے کریں تو بے شک انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

ثم لما ضم الی ذلک الطعن فی الدین ممنوعون من اظهار الطعن فی دین المسلمین و هو یشهد لقول من یقول من الفقهاء ان من اظهر شتم النبی صلی الله علیه وسلم من اهل الذمة فقد وجب قتله

جب عہد کے ساتھ دین میں طعن کو ختم کیا گیا ہے تو اہل عہد مسلمانوں کے دین میں طعن کو ظاہر کرنے سے روکے رہیں گے اور اس کی شہادت فقہاء کا یہ قول دے رہا ہے' بے شک ذمی جس نے نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیں تو اس کا قتل واجب ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں:

و قال اللیث فی المسلم یسب النبی صلی الله علیه وسلم انه لا یناظر ولا یستتاب و یقتل مکانه و کذلک الیهودی و النصاری

اور لیث نے فرمایا ایسے مسلمان کے بارے میں' جو نبی ﷺ کو گالیاں دیتا ہو کہ بے شک اس سے نہ مناظرہ کریں' نہ مہلت دیں اور نہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور اسے اسی جگہ پر قتل کیا جائے اور ایسے ہی یہودی اور نصاریٰ (شاتم) کا بھی حکم ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

فاذا ثبت ذلک کان من اظهر سب النبی صلی الله علیه وسلم من اهل العهد ناقضا للعهد اذ سب رسول الله صلی الله علیه وسلم من اکثر الطعن فی الدین

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذمی شخص نبی ﷺ کو گالیاں دے تو وہ عہد کو توڑنے والا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینا دین میں طعن کرنے سے زیادہ (برا) ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۳' ص ۸۵)

کسی سے متعلق آیہ کریمہ کا حکم ملاحظہ فرمائیں:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (التوبہ:۴) انہیں قتل کرو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں کے ذریعہ قتل کا عذاب دے رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ سب سے بڑا بدترین ارتداد یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالیاں اور اذیتیں دی جائیں جس کی سزا بطور حد صرف قتل ہے اور اس کی توبہ قابل قبول نہیں ہے اور یہ قتل کرنا دنیا میں عذاب الٰہی ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ یہ عذاب گستاخوں کو دیتا رہا ہے۔

احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۱۰۶ پر منقول ہے:

ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک فھو ممن ینتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل

مسلمانوں کا آپس میں اس بات میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اہانت و ایذاء رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے' وہ مرتد مستحق قتل ہے۔

یعنی گستاخ رسول ﷺ اگر اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو اس گستاخی سے مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کی سزا' سزائے موت ہے' اس کی سزائے موت میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ شاتم رسول کی توبہ قابل قبول نہیں ہوتی ہے اور اگر عام مرتد بھی توبہ نہ کرے تو اس کی سزا بھی قتل ہے عام مرتد ہو یا شاتم رسول خاص درجہ کا مرتد ہو' ان کے مستحق قتل ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ بعض کے ہاں اتنی بات ہے کہ جو مرتد شاتم رسول بھی ہو تو کیا اس کی توبہ قابل قبول ہے یا کہ نہیں؟ اس میں جمہور کی اکثریت اسی پر قائم ہے کہ ایسے شاتم رسول کے لئے عند اللہ توبہ قابل قبول ہو سکتی ہے لیکن ایسی توبہ کہ جس سے حد قتل معاف اور ساقط ہو جائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ توبہ کرنے کے باوجود سزائے موت دی جائے گی جیسے قتل' زنا' چوری ڈکیتی وغیرہا جرائم سے توبہ تو کی جا سکتی ہے لیکن حد معاف نہیں ہو گی۔

علامہ جصاص حنفی احکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۶ میں فرماتے ہیں:

ومن قتل مرتد اقبل ان یستتاب فلا ضمان علیه.

اور جس کسی نے مرتد کو توبہ کے مطالبہ سے پہلے قتل کیا تو اس پر کوئی ضمان اور تاوان نہیں۔

وقال ابو یوسف کذلک زمانا فلما رای ما یصنع الزنادقة و یعودون قال اری اذا اتیت بزنادیق امر بضرب عنقه ولا استتیبه. الخ

اور امام ابو یوسف نے فرمایا: معاملہ قبول توبہ کا کچھ عرصہ رہا پس جب انہوں نے دیکھا کہ قبول توبہ کا فریب زندیق لوگ دیتے رہتے ہیں اور اس سے پھر جایا کرتے ہیں تو انہوں نے کہا اب میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ جب زندیق میرے ہاں لائے جائیں تو میں حکم کروں گا' ان کی گردن مارنے کا (حالت ارتداد میں) اور میں توبہ کا مطالبہ نہیں کروں گا۔

مزید فرماتے ہیں:

وقال اللیث الناس لا یستتیبون من ولد فی الاسلام اذا شهد علیه بالردة ولکنه یقتل تاب من ذلک او لم یتب اذا قامت البینة العادلة.

(احکام القرآن)

اور لیث نے فرمایا لوگ ایسے آدمی سے توبہ کا مطالبہ نہیں کرتے ہیں جو اسلام میں جنا گیا ہو (کیونکہ) جب اس پر ردت کی شہادت ہو چکی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا ردت سے توبہ کرے یا نہ کرے جبکہ عادلانہ گواہی قائم ہو گئی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ابن نواحہ باوجود اس کے کہ اس نے اسلام کے ذریعہ اپنے آپ کو بچانا چاہا تھا لیکن یہ صرف ان کا تقیہ تھا کہ اسلام کا نام لیا' اس گستاخ و مرتد کو قتل ہی کیا گیا۔ (حوالہ مذکورہ)

ہمارے ذکر کردہ دلائل سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ ارتداد کا جرم قرآن و سنت کا منصوص جرم ہے نیز اس کے جرم ہونے پر اجماع منعقد ہے اور اس جرم ارتداد اور جرم سب وشتم رسول کی سزا بھی بطور حد قتل کرنا قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اقوال علماء دین سے ثابت ہے۔

عام مرتد چاہے مرد ہو یا عورت ہو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا' زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہلت دی جائے اور یہ مہلت دینا بھی مستحب ہے' واجب نہیں اور مہلت ملنے

کے بعد جب مہلت ختم ہو گی تو اس صورت میں اگر مرتد نے توبہ نہ کی تو اس مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا جائے گا' یہی جمہور کا مذہب ہے۔

نفس ارتداد اور اس کے جرم میں سب برابر ہیں اور اگر کوئی شاتم رسول ہو تو اسے ہر حال میں قتل کیا جائے گا' چاہے مسلمان مرد ہو یا عورت' ذمی کافر ہو یا حربی کافر ہو' استحقاق قتل میں کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہو گا۔

سوال رسول اکرم ﷺ کی توہین و تنقیص کرنا بطورِ حد سزائے موت کو تب واجب کرتا ہے جب یہ سزا صرف اور صرف رسول کی ذات کو ایذاء دینا مقصود ہو اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ رسول کی اہانت و گستاخی صرف اس غرض سے ہو کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی عقیدتوں میں اشتعال پیدا کرنا مراد ہو تو پھر یہ بالواسطہ ایذاء ہو گی جس کی سزا قتل نہیں۔

جواب ہماری تفصیلی تحریر کو بنظر غائر پڑھنے کے بعد مسائل کا شبہہ خود بخود زائل ہو جاتا ہے یاد رہے کہ رسول اکرم ﷺ کے حقوق الگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق جداگانہ ہیں اور مسلمانوں کے حقوق الگ ہیں' اس پر قرآن و سنت وفقہ شاہد ہیں۔ رسول نبی کریم ﷺ اس حیثیت سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری نبی و رسول بن کر اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی تشریح و توضیح و بیان اور تبلیغ فرماتے رہے۔ اس لحاظ سے رسول کی تعظیم اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہو گی اور رسول کی توہین و تنقیص اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی کی توہین و تنقیص تصور ہو گی کیونکہ رسالت کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل خصوصی کا نام اور رسول اکرم ﷺ کی تعظیم کرنا بجائے خود فرض قطعی ہے اور اہل ایمان کی علامت ہے اور رسول کی توہین کفر و ارتداد ہے بلکہ بدتر ارتداد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَـٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (البقرہ:۱۰۴)

اے ایمان والو! رسول کی خدمت میں راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لہٰذا توہین رسول کفر و ارتداد ہے اور اس کی سزا عذاب ہے اور ساتھ ہی رسول کی ذات کو اذیت پہنچانا بھی' جس کی سزا لعنت اور قتل ہے۔

جب رسول کو گالیاں دی جائیں گی تو اس نے براہ راست رسول کی توہین ہو جائے

گی اور ساتھ ہی اللہ کی بھی توہین ہو جائے گی کیونکہ دونوں کی ایذاء کی جہت دو مرتبہ ایک ہے اور ایسا کرنے سے مسلمانوں کو اذیت دینے کا قصد ہو یا نہ ہو جب بھی رسول کی تنقیص و توہین کی جائے گی تو بغیر کسی مانع کے اس سے اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کو اذیت پہنچ جائے گی' اب ایسا کرنے سے تینوں اذیتوں کا اجتماع ہو جاتا ہے تو ایسے گستاخ و ظالم کسی طرح سزائے موت سے نہیں بچ سکتے۔

کتنی کمزور بات ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات والا صفات کی گستاخی کو ذریعہ بنایا جا رہا ہے اور پھر اس جرم عظیم کو قابل سزا نہیں سمجھا جا رہا۔ اس سے بڑی حماقت نا سمجھی اور کیا ہو سکتی ہے۔ نیت اور ارادہ پر پابندی نہیں ہے' کوئی بھی ہو لیکن رسول کی بلاواسطہ گستاخی کرنے پر رسول کی نسبت سے قرآن و سنت اور اجماع امت کا حکم جاری ہو گا' قطعی حدود اور عقائد میں ظاہر عبارات و بیانات کا اعتبار ہو گا' صریح عبارت و بیان پر صریح حکم ہی جاری ہو گا لہٰذا اہانت رسول کے باب میں صراحت پر فتوے دیا جائے گا' تاویلات کا سہارا لینا کام نہیں دے سکتا ورنہ دین سے امان اُٹھ جائے گا' ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی گستاخی کر کے اور رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار یا توہین و تنقیص کر کے یہ حیلہ و فریب دے سکتا ہے کہ اس کی نیت بے ادبی کی نہ تھی جیسا کہ کئی اہل علم و دانش اور کئی اہل فکر و صحافت وغیرہ غافلوں نے یہی طریقہ اختیار کر لیا تھا جس کو امت مسلمہ کے علماء بار بار رد کر چکے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ. (التوبۃ: ۶۵'۶۶)

(اور اے محبوب!) تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول پر ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہونے کے بعد۔

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر کس کی نیت زیادہ ستھری اور باادب تھی اس کے باوجود انہیں راعنا کہنے سے روکا گیا تاکہ کسی قسم کی توہین و تنقیص کا راستہ پیدا نہ ہو سکے حالانکہ راعنا کہنے میں صحابہ کرام کی نیت تو احترام و تعظیم کی تھی مگر پھر بھی راعنا کو بطور احترام کے بھی بولنا اس لئے حرام قرار دیا گیا کہ اس کے تلفظ سے گستاخِ رسول کو

بولنے کا موقع مل جائے گا۔ لہٰذا شریعت نے جس امر کو توہین قرار دیا ہو یا عرف میں کسی کلمہ کو یا محاورہ کو بطور بے ادبی کے استعمال ہوتا ہو اس کا بارگاہ نبوت میں بولنا بھی حرام ہوگا' گو کہ توہین کی نیت نہ ہو' عرف کا اعتبار ہوگا' نیت کا اور تاویل کا اعتبار نہ ہوگا' کلام اگر عرف اور محاورے میں صریح توہین پر مبنی ہو تو اس میں تاویل اور نیت کا اعتبار کرنا شرعاً ممنوع ہوگا۔

ایک مثال عرف میں یہ ہے کہ کسی کو ولد الحرام کہا جائے' عرف میں گالی ہے جس سے زنا کے ذریعہ جو پیدا ہو' مراد ہے۔ اب بولنے والا یہ تاویل کرنے لگے کہ میں نے المسجد الحرام اور بیت اللہ الحرام کے معنی میں یہ یہ کلمہ بولا ہے جس کے معنی ہیں مسجد اور بیت اللہ جو کہ معظم و محترم ہیں یعنی عزت و احترام والی جگہیں' اب تاویل تو بڑی خوبصورت کی گئی مگر عرف و محاورے میں اس کی تاویل اس لئے قبول نہیں کی جائے گی کہ عرف میں اس لفظ سے عزت و احترام والا لڑکا مراد نہیں لیا جاتا بلکہ اس سے گالی دینا مراد ہوتا ہے لہٰذا عرف اور محاورے کے خلاف ہزار تاویلیں بھی کی جائیں قبول نہیں کی جائیں گی نہ ہی ایسی تاویلیں معتبر ہوں گی ورنہ پھر دین سے امان اُٹھ جائے گا اور ایسے ہی عدالتوں اور شخصیات کا احترام بھی تاویلات فاسدہ کی زد میں آ کر قانونی تحفظ' احترام اور ہتک عزت کا قانون بے مقصد ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی اپنی کتاب نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض کی ج ۴ ص ٦٦ میں فرماتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله.

توہین رسالت و نبوت پر کفر کا حکم ظاہری الفاظ پر ہے اور توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا۔

اسی طرح شفاء شریف ج ۲' ص ۲۱۷ پر قاضی عیاض فرماتے ہیں:

قال حبیب بن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل.

حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعوے قبول نہیں کیا جائے گا۔

ان عبارات سے واضح ہے کہ یہ ضروری ہے کہ توہین صریح میں کسی گستاخ نبوت کی

نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی کلام کے توہین صریح ہونے میں عرف و محاورے پر مبنی ہونے کو نظر انداز کیا جائے۔

سوال بعض فقہاء کے ہاں یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو ایسے مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔

جواب اس پر پہلے کلام گذر چکا ہے اور مندرجہ بالا عبارتوں سے بھی اس شبہہ کا ازالہ ہو گیا ہے۔

مزید عرض ہے کہ کلام میں دو اعتبار ہیں' ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو اور کوئی وجہ کفر صریح نہ ہو تو ایسے کلام میں اسلام کی صرف ایک وجہ کا جو احتمال ہے تو اس وجہ اسلام کا اعتبار کرتے ہوئے مسلمان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا اور اس وجہ اسلام کو معتبر مان کر ننانوے وجوہ کفر کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔

الاسلام يعلو ولا يعلى.

اور اگر کلام میں صرف ایک وجہ ایسی ہو جو صریح کفر بتا رہی ہو تو اب صریح کفر کی وجہ کا اعتبار ہو گا اور اس وجہ صریح توہین کے اعتبار سے کفر کا فتوی جاری ہو گا' اب صریح وجہ کفر کے ہوتے ہوئے نیت وقصد کا سہارا لے کر کسی قسم کی تاویل قبول نہ کی جائے اس پر کلام ہو چکا۔

سوال اگر رسول اکرم ﷺ کی توہین وتنقیص کرنے کی سزا بطور حد قتل کرنا ہے تو حضور ﷺ کے حق میں کئی منافقین نے صریح توہین و گستاخیاں کیں' بعض اوقات منافقوں کی صریح توہین کو دیکھ کر اور سن کر صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! اجازت ہو تو ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں' اس کے باوجود حضور ﷺ نے اجازت نہیں دی جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ توہین کی سزا قتل کرنا نہیں ہونا چاہیے۔

مثال کے طور پر دیکھیں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ: ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے قریب سے گزرا اور السام علیک کہا (تجھ پر موت نازل ہو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وعلیک (یہ تجھ پر) اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اتدرون ما یقول ؟ قالوا لا.　　کیا سمجھے آپ کہ اس یہودی نے کیا کہا تھا؟ اس پر صحابہ کرام نے عرض کی نہیں (یارسول اللہ)۔

آپ نے فرمایا کہ اس نے السام علیک کہا تھا۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) الا نقتله ''حضور ہم اسے قتل نہ کر دیں؟'' آپ نے فرمایا ''نہیں'' پھر ارشاد فرمایا کہ جب کبھی غیر مسلم اہل کتاب تم کو سلام کہیں تو تم صرف وعلیکم کہہ دیا کرو۔ یعنی سلام کا جواب پورا دینے کی بجائے فقط یہ کہا کرو کہ ''تم پر''۔

ایسے ہی ایک یہودی وفد آپ کے پاس آیا اور انہوں نے السام علیک کہا اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا:

وعلیکم السام واللعنة.　　اور تم پر موت اور لعنت نازل ہو۔

اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ یحب الرفق فی الامر کله.　　بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا اسی لیے میں نے ان کا کلام انہی پر واپس لوٹا دیا۔ (رواہ البخاری)

ایسے ہی ذوالخویصرہ کا واقعہ پیش آیا تھا جس نے اعدل کہا تھا (انصاف سے مال غنیمت تقسیم کریں) اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ ''اگر میں عدل نہیں کرتا تو میرے بعد کون ہے جو عدل کرے گا؟'' اس پر بھی صحابہ کرام نے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کہ اس کی نسل میں سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ (الحدیث)

واقعات شاہد ہیں کہ کئی منافقین اور یہود کی گستاخیاں نظر انداز کی گئی تھیں تو اس کا کیا جواب ہے؟

جواب اس سوال کے کئی جواب ہیں:

پہلا جواب: یہ کہ منافقین یا یہود کو نرمی سے جواب دے دینا یا درگزر کر جانا وقت کی مصلحت کی خاطر ہوتا تھا مثلاً منافقین کی گستاخی پر قتل کر دینے کی اجازت دینے میں بہت

بڑے فتنے میں مبتلا ہو جانے کا غالب ظن ہوتا تو اس کے مقابلے میں درگذر اور عفو کو اختیار کرنا زیادہ مصلحت و حکمت پر مبنی ہوتا تو آپ قتل کرنے کی اجازت نہ فرماتے اس لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا نرمی اختیار کریں اور السام کا جواب السام کو لوٹانا ہی کافی ہے۔

ایسے ہی آپ شروع اسلام میں کفار اور منافقین کی بہت سی اذیتوں کو سنتے اور اس پر صبر فرماتے ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکمتوں والے حکم پر عمل ہو اور وہ آیت یہ ہے:

وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ. (الاحزاب:۴۸)	آپ کافروں اور منافقوں کا پیچھا نہ کریں اور ان کی اذیتوں کو نظر انداز فرمائیں۔

ظاہر آیت پر عمل ضروری تھا جس کی وجہ سے آپ درگزر فرماتے تھے اور یہ حالت اسلام کے ابتدائی حالات سے تھی اور ایسے وقتوں میں اذیت کی باتوں پر صبر کرنا زیادہ آسان اور بہتر تھا بہ نسبت حدود کے نفاذ کے' کہ ایسے حالات میں نفاذِ حدود مشکل بھی تھا اور کئی فتنوں اور آزمائشوں میں پڑھنے کا خطرہ بھی تھا جس سے اسلام کو نشر کرنے میں زیادہ رکاوٹوں کا پیش آنا بھی ممکن تھا لیکن جب مکہ فتح کیا گیا اور لوگ جماعتوں اور فوجوں کے طور سے دین اسلام میں داخل ہونے لگے تو پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ برأت نازل فرما کر ارشاد فرمایا:

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (التحریم:۹)	آپ کفار اور منافقوں کے خلاف جہاد کریں اور ان پر سختی فرمائیں۔

ساتھ ہی یہ حکم فرمایا:

اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا. (الاحزاب:۶۱)	جہاں کہیں پائے جائیں' پکڑے جائیں اور خوب چن چن کر قتل کیے جائیں۔

یہ حکم اسلام کے غلبہ کے بعد دیا گیا جو قیامت تک ناسخ ہو کر قائم رہے گا' یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد کسی چھپے منافق کو یہ ہمت نہ ہو سکی کہ وہ کسی طرح کی اذیت کا اظہار کرتا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ منافقین غلبہ اسلام کے بعد اشارہ و کنایہ سے توہین کی باتیں کرتے تھے مگر ظاہر توہین و تنقیص کی ہمت ان کو نہیں ہوتی تھی اس لیے ان کو نظر انداز کیا جاتا تھا ورنہ انہیں ضرور سزا دی جاتی۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ صحابہ کرام کا یہی عقیدہ تھا کہ گستاخ رسول کو قتل کیا جائے اسی لیے قتل کرنے کے لئے اجازت چاہتے تھے جیسے انہوں نے عرض کی الانقتلہ کیا ہم اس کو قتل نہ کریں جیسے اجازت لے کر صحابہ کرام نے گستاخانِ رسالت کعب بن اشرف' ابو رافع یہودی اور ایک گستاخ عورت وغیرہ کو قتل کیا تھا۔ اگر ان گستاخون کو قتل کرنا منع ہوتا تو آپ صحابہ کرام کو قتل کی اجازت مانگنے سے منع فرماتے اور اس قتل کو ناجائز قرار دیتے' آپ کا منع نہ کرنا استحقاق قتل کی دلیل ثابت ہوئی۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ منافقین یہودی وغیرہ جن جن لوگوں نے آپ کو گالیاں دیں یا کسی قسم کی اذیت پہنچائی تھی ان میں جن گستاخوں کو آپ نے معاف فرمایا یا ان سے درگزر فرما کر صبر فرمایا۔ ایسا اس لیے کیا تھا کہ معاف فرمانا اور صبر کرنا آپ کا اپنا حق تھا جس کو چاہیں معاف فرمائیں اور جسے چاہیں سزا دیں' آپ کا حیات طیبہ میں معاف کرنا' اس میں آپ کو اختیار حاصل تھا لیکن آپ کے وصال مبارک کے بعد امت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ گستاخِ رسول کو معاف کریں اور اس کو سزائے موت دینے سے انفرادی' اجتماعی' عدالتی اور پنچایتی طور پر گریز کریں' اسی لیے فقہائے کرام نے مرتد کی سزائے قتل کو برقرار رکھا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

غلبہ اسلام کے بعد منافقین چھپے چھپے توہین و تنقیص کرتے تھے اور اذیت میں خاص کر حضور ﷺ کو نشانہ بنایا کرتے تھے اور اگر کسی طرح بات اہانت کی رسول اکرم ﷺ تک پہنچ جاتی تو اس وقت کئی قسم کے لوگ بہانے بنا کر جھوٹی قسمیں کھا کر معافی دربارِ رسالت سے حاصل کر جاتے اور آپ کو معاف کرنے کا حق بھی حاصل تھا تو آپ معافی دے دیتے۔

آپ کا معاف فرمانا اس غرض کے لئے بھی ہوتا تھا تا کہ مخالفوں کے قلوب کی تالیف کی حکمت حاصل ہو' یہی وجہ ہے کہ کئی گستاخ اس لئے اسلام قبول کر لیتے تھے کہ انہوں نے آپ کی بے مثال شفقت و کرم نوازی کو دیکھ لیا تھا اور وہ آپ کی رسالت کو تسلیم کر لیتے

تھے اور چونکہ منافقین اسلام کو ظاہر کرتے تھے اور دل میں نفاق رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مال تقسیم فرما رہے تھے تو اس وقت ایک منافق نے اعتراض کیا کہ آپ انصاف سے تقسیم کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

فقال عمر بن الخطاب دعنی یارسول الله فاقتل هذا المنافق.	مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔

آپ نے ان کے جواب میں فرمایا:

معاذ الله ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی.	اللہ کی پناہ! اس بات سے کہ لوگ یہ باتیں کریں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے گستاخ کو معاف فرمائیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ منافق مستحق قتل تھا اسی لیے صحابہ کرام اس کے قتل کرنے کے لئے اجازت مانگتے رہے' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا معاف کرنا مصلحت پر مبنی تھا تا کہ پروپیگنڈہ سے بھی بچ جائیں اور دوسری مصلحتیں بھی حاصل ہوں۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والے ہمیشہ بد باطن اور فتنہ پھیلانے والے ہوتے ہیں۔

مزید یہ بھی واضح ہوا کہ گستاخ لوگ تنقیص شانِ رسالت کریں گے لیکن اہل ایمان' محبان رسول ہر قسم کی جوابی کارروائی ہمیشہ کے لئے کرتے رہیں گے خواہ یورپ وامریکہ ہو یا کوئی دوسری دنیا ہو' اہل ایمان رفعت شان مصطفیٰ کے چرچے اور تعظیم رسالت کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے اور دشمنانِ رسول کو قرار واقعی سزا دیتے رہیں گے' یہی مدارِ نجات اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

سوال بعض اسلامی حکومتوں میں ہمارے رسول اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی واہانت کرنے والے کی سزا دو قسم کی رکھی گئی ہے۔ بعض صورتوں میں گستاخی کی سزا قتل مقرر کی گئی ہے اور بعض صورتوں میں گستاخی کی سزا عمر قید تجویز کی گئی ہے' کیا اس گستاخی کی سزا دو طرح کی ہو سکتی ہے؟

جواب اس سوال کا جواب تفصیلاً تب دیا جا سکتا ہے جب اسلامی حکومتوں کے

قانونِ اہانت کے تحت جاری کردہ سزا کی تفصیل وار شقیں اور صورتیں ہمارے سامنے ہوتیں لیکن اس قسم کی تفصیل میسر نہیں ہوئی تاہم ہماری اس سلسلہ میں تحقیق آپ کے سامنے حاضر ہے جو گذشتہ صفحات میں مذکور ہے۔

اجمالاً جواب یہ ہے کہ:

قرآن وسنت کی نصوص میں گستاخی کی سزا بطور حد قتل ہی وارد رہے۔ امت مسلمہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ پاک میں گستاخی کرنے والے کی کوئی اور سزا تجویز کریں کیونکہ قتل کرنا بطور حد وارد ہے اور احادیث مبارکہ میں اس کی کئی مثالیں بیان ہو چکی ہیں جو سزائے قتل واقع ہوئی ہیں۔

پچھلے سال حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وزیراعظم نے قانون وانصاف کی وزارت کو اپنی ایک ہدایت میں کہا تھا کہ جہاں تک میرا اور میری حکومت کا تعلق ہے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی توہین کے مرتکب بدبخت شخص کے لئے دنیا کی کوئی بھی سزا کافی نہیں ہو سکتی اور بڑی سے بڑی سزا بھی اس سلسلے میں کم ہے ان کی ہدایت پر وفاقی حکومت نے اپیل واپس لینے کی اجازت کے لئے ایک پٹیشن دائر کی۔ جناب جسٹس شفیع الرحمٰن نے اس پٹیشن کی منظوری دیدی۔

یاد رہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ (ج) کے تحت اس جرم کے مرتکب بدبخت کے لئے سزائے موت یا عمر قید کے الفاظ لکھے گئے تھے۔ ایک درخواست پر وفاقی شرعی عدالت نے اس پر فیصلہ دیا تھا کہ اس میں سے متبادل سزا عمر قید حذف کر دی جائے کیونکہ اس کی سزا موت سے کم نہیں ہو سکتی۔ بعد ازاں وفاقی حکومت نے اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کا فیصلہ کیا اور اپیل دائر کر دی جواب وزیراعظم نواز شریف کی ہدایت پر واپس لے لی گئی۔

ناظرین! ہم نے جنگ اخبار کی اس تفصیل کو نقل کر دیا ہے تاکہ مزید وضاحت بھی قارئین حضرات کو معلوم ہو جائے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کے مندرجہ بالا فیصلے اور حکومت کی طرف سے عمر قید کی سزا کو بحال رکھنے 'عرضداشت واپس لینے پر ہم سب سے بڑے اجتماعی فیصلے کی سب سے بڑی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی پیش کرتے

ہیں کہ آخری رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف جب کوئی مقدمہ اسی جمہوریہ پاکستان کی شرعی عدالت میں دائر ہو جائے اور اس کے تمام شرعی تقاضوں کو بروئے کار لائے جانے کے بعد جب جج (قاضی) صاحبان گستاخانہ کلمات یا اہانت پر مبنی اگر کوئی مسلم حکومت یا عدالت سزائے قتل میں تخفیف کر کے عمر قید وغیرہ کا حکم جاری کریں تو شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے' یہ صرف غیر مسلم حکومتوں کا قانون ہی ہوسکتا ہے.......... کسی اسلامی ملک کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ حدود شرعیہ میں ترمیم و اضافہ اور کمی وبیشی اپنی طرف سے جاری کریں۔ اسلام کی حدود شرعیہ قطعی و یقینی' غیر متبدل' ناقابل تغیر ہیں لہٰذا اہانت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے' اس سے کم سزا اسلام میں موجود نہیں ہے اور اسی پر اجماع امت بھی منعقد ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اس کی تائید اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سپریم کورٹ' وفاقی شرعی عدالت کے قانون اہانت سے متعلق تعزیرات کی دفعہ ۲۹۵ (ج) سے بھی ہوتی ہے جس میں (گستاخ رسول کی سزا موت سے کم نہیں ہے) مذکور ہے جس کی تصدیق روزنامہ جنگ لندن ۲۱ مئی ۱۹۹۱ء ۶ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ صفحہ اول پر ملاحظہ کریں جو حسب ذیل عبارت میں موجود ہے۔

حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا موت سے کم نہیں ہوسکتی۔

سپریم کورٹ نے وفاق پاکستان کو اپنی عرضداشت واپس لینے کی اجازت دیدی۔

کراچی (جنگ رپورٹر) سپریم کورٹ نے اتوار کو وفاق پاکستان کو اجازت دے دی کہ وہ وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف اپنی عرضداشت واپس لے لے جس میں کہا گیا تھا کہ حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کی سزا صرف موت ہے' حکومت نے عرضداشت واپس لینے کا فیصلہ وزیر اعظم نواز شریف کی طرف سے ناگواری کے اظہار کے بعد کیا' جب انہیں اخباری اطلاعات کے ذریعے معلوم ہوا کہ کام کا تعین کریں تو وہاں اپنے فہم و ادراک کو آخری معیار حق نہ سمجھیں بلکہ اس نازک ترین سزائے قتل کے نفاذ کے لئے گستاخانہ کلمات کو عرف عام میں گستاخی کے قبیل سے تعین کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوگی۔ اس مرحلہ پر علماء اہل تحقیق وفقہاء کرام سے ضرور مشورہ کیا جائے تاکہ حد کے نفاذ میں اور سبب حد کے تعین میں غلط فہمی واقع نہ ہو جس کے نتیجہ

میں سبب حد کو سبب نہ سمجھنا اور حد کو جاری کرنے کی بجائے عدم اجراء حد کا فیصلہ کرنا واقع نہ ہو جائے۔

سزائے موت کی حد اگر بھاری ہے' ایسے ہی اس کے اسباب گستاخانہ کلمات کفریہ کی معرفت بھی سنگین مرحلہ ہوتا ہے' حق و باطل کی آمیزش سے اللہ تعالیٰ جج صاحبان کو بچائے' اللہ تعالیٰ حق و باطل کے درمیان امتیاز تام اور حق کی حمایت سب لوگوں کو نصیب کرے۔ آمین۔

الاختتام بتوفیق اللہ العلام

مفتی محمد گل رحمٰن
(برمنگھم)
۲۵-۵-۹۱